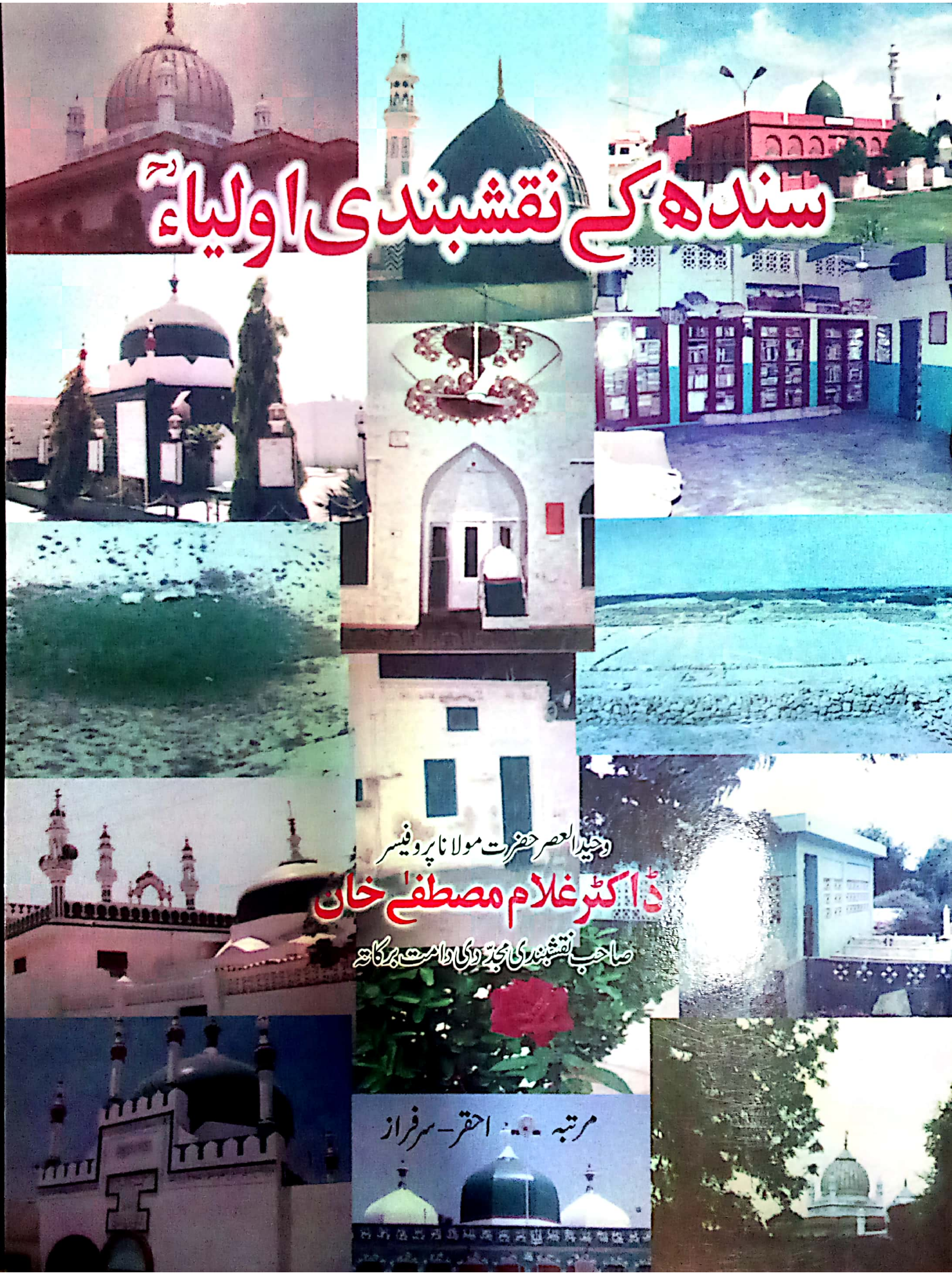


سندھ کے نقشبندی اولیاءؒ

وحید العصر حضرت مولانا پروفیسر

ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان

صاحب نقشبندی مجدّدی دامت برکاتہ

مرتبہ ۔ احقر - سرفراز

وہ مسجد المصطفیٰ حضرت مولانا ڈاکٹر علامہ محمد ظفر اقبال [illegible] کی
اللہ تعالیٰ اور حضور انور ﷺ سے [illegible] ذیل میں دیکھیے





زمین خرید کر مسجد المصطفیٰ تعمیر کی۔



دروازہ حجرہ مبارک
وذاتی کتب خانہ،
۷۵ ہزار
نایاب کتابوں کا ذخیرہ

سرفراز نگما



ذاتی مکان مبارک میں سادگی کی انتہا۔

[illegible] محمد عربی ۔۔۔ لکھا ہوا ہے۔



سندھ کے نقشبندی اولیاءؒ

ایک تحقیق

از

وحید العصر حضرت مولانا پروفیسر ڈاکٹر غلام مصطفٰے خان صاحب نقشبندی مجددی قادری چشتی سہروردی دامت برکاتہ

قراءت سبع، فاضل علوم اسلامیہ، فاضل عربی، فاضل ہندی
ایم اے، ایل ایل بی، پی ایچ ڈی، ڈی لٹ

جامع وناشر

احقر۔۔ سرفراز احمد خان

غلام مصطفٰے اکادمی پاکستان

حیدر آباد ۔ کراچی

ذلك فضل الله يوتيه من يشاء، والله ذوالفضل العظيم ○ سورة الجمعه

یہ اللہ کا فضل ہے۔ وہ جس کو چاہتا ہے، عطا کرتا ہے اور اللہ بڑا فضل والا ہے۔

حضرت قبلہ ڈاکٹر غلام مصطفےٰ خان مدظلہ

تعارفی خاکہ

اسمِ گرامی : ڈاکٹر غلام مصطفےٰ خان ابن حضرت گلاب خان علیہ الرحمہ

ولادت : دوشنبہ (پیر) ۱۰ شوال المکرم ۱۳۳۰ھ۔ ۲۳ ستمبر ۱۹۱۲ء بوقت اذان فجر، بمقام جبل پور (بھارت)

خلیفہ مجاز : مقتدائے عرب و عجم شیخ کبیر حضرت مولانا عبدالغفور عباسی، مہاجر مدنی قدس سرہ

عمدۃ السالکین فقیہ العصر حضرت مولانا شاہ زوار حسین نقشبندی مجددی قدس سرہ

تعلیم :

فاضل علوم اسلامیہ،	فاضل عربی،	فاضل ہندی،	قراءت سبع
۱۹۳۲ء	۱۹۳۲ء	۱۹۳۷ء	۱۹۴۱ء

ایم اے (علیگ)	ایم اے (علیگ)	ایم اے (ناگپور)	ایل ایل بی	پی ایچ ڈی	ڈی لٹ
۱۹۳۳ء	۱۹۳۵ء	۱۹۳۷ء	۱۹۳۶ء	۱۹۳۶ء	۱۹۵۶ء

اساتذہ کرام : حضرت قاری ضیاءالدین الہ آبادی، مولانا سلیمان اشرف، علامہ سید سلیمان ندوی،
حضرت صدر یار جنگ شروانی، پروفیسر ضیا احمد بدایونی، مولانا احسن مارہروی،
ڈاکٹر ہادی حسن، بیرسٹر خسرو اسحاق۔

تلامذہ (شاگرد) : ڈاکٹر اسلم فرخی، ڈاکٹر جمیل جالبی، ڈاکٹر فرمان فتح پوری، ڈاکٹر ایوب قادری، ڈاکٹر مسعود احمد
ابن انشاء، ڈاکٹر ابوالخیر کشفی، جسٹس نعیم الدین، ڈاکٹر ملک غلام مرتضےٰ، ڈاکٹر انجم الاسلام،
مفتی ڈاکٹر مظہر بقا، مکہ المکرمہ (خلیفہ مجاز حضرت صاحب مدظلہ)

تدریسی خدمات : صدر شعبہ اردو ناگ پور یونیورسٹی (بھارت) ۱۹۳۶ء۔ اردو کالج (کراچی) ۱۹۴۹ء
کراچی یونیورسٹی (کراچی) ۱۹۵۵ء۔ سندھ یونیورسٹی (حیدرآباد) ۱۹۵۶ء
بانی و سرپرست مدارس محمدیہ۔ پروفیسر ایمر یطیس (تاحیات پروفیسر) سندھ یونیورسٹی جامشورو۔

اعزازات : ستارہ امتیاز (حکومت پاکستان) ۱۹۹۲ء، اقبال ایوارڈ (حکومت پاکستان) ۱۹۸۳ء
نشان سپاس (انجمن ترقی اردو) ۱۹۸۸ء، نقوش ایوارڈ ۱۹۸۳ء قائداعظم ایوارڈ ۱۹۹۷ء
طلائی تمغہ سندھ یونیورسٹی (۵۰ سالہ علمی ادبی تحقیقی خدمات پر) ۱۹۹۰ء
نشان سپاس (ہمدرد فاؤنڈیشن ۱۹۹۲ء، نشان سپاس (پاکستان نیشنل اکیڈمی) ۱۹۹۵ء
نشان سپاس، پاکستان نیشنل اکیڈمی (پاکستان میں سب سے زیادہ پی ایچ ڈی کرانے والی شخصیت) ۱۹۹۸ء
نشان سپاس و اعزازی ڈگری (کالج آف فزیو تھراپی کراچی) ۱۹۹۸ء

تصانیف : ۹۰ سے زائد تصانیف، تالیفات، سینکڑوں تحقیقی اور تنقیدی مضامین اس کے علاوہ ہیں۔
پانچ کتابیں انعام یافتہ ہیں۔

تحقیق :- احقر ــــ سرفراز احمد خان

انتساب

عاجز اپنی اس ذرا سی سعی کو طاہرہ، طیبہ، ہماری والدۂ روحانی

حضرت **حافظہ کنیز آمنہ** قدس اللہ سرہا

(پہلی اہلیہ مبارکہ حضرت قبلہ ڈاکٹر غلام مصطفےٰ خان صاحب مدظلہ العالی)

کے نام

معنون

کرتا ہے۔

یکے از عشاق قبلہ حضرت صاحب مدظلہ

(احقر۔۔ سرفراز احمد خان)

نام کتاب : سندھ کے نقشبندی اولیاءؒ

تحقیق : وحید العصر حضرت مولانا ڈاکٹر غلام مصطفےٰ خان صاحب دامت برکاتہ

شائع کردہ : غلام مصطفےٰ اکادمی پاکستان

تعداد : ۵۰۰ عدد

تاریخِ اشاعت : صفر ۱۴۲۳ھ مطابق مئی ۲۰۰۲ء

مقامِ اشاعت : احمد برادرز، ناظم آباد نمبر ۲، کراچی۔

ملنے کے پتے

(۱) المصطفےٰ مسجد، پرانی سندھ یونی ورسٹی، حیدر آباد

(۲) گلاب ہاؤس D-10، بلاک 10-A، گلشن اقبال، کراچی

(۳) مکان نمبر L-703، 5-C1، نارتھ کراچی، کراچی

(۴) A-92، 15A-5، بفر زون، کراچی (فاروق)

(۵) FL-5، نزد جامعہ احتشامیہ، جیکب لائن، کراچی (منہاج)

مقدمہ / تقریظ

(مجھ حقیر نے کتاب ہذا کے لئے محترم حافظ منیر صاحب مدظلہ سے تقریظ لکھوانے کے بعد مولائی، محبوبی قبلہ حضرت صاحب دامت برکاتہ کی خدمت میں کچھ تحریر کرنے کے لئے عرض کیا تو قبلہ حضرت صاحب مدظلہ نے حافظ صاحب کے یہ تعارفی کلمات بغور سنے اور فرمایا کہ "بس یہی میری طرف سے بھی سمجھئے"۔ از مرتب)

(تقریظ) میرے جد امجد ڈاکٹر غلام مصطفےٰ خان مدظلہ العالی نے اولیائے نقشبند کی نایاب تحریروں کو بڑی محنت سے حاصل کیا پھر انکی کتابت اور مختلف اخراجات کر کے کئی مفید رسالے شائع کرائے جن کو دیکھ کر محسوس ہوتا ہے کہ آپ کو صوفیائے نقشبند سے کتنی شدید محبت ہے۔

تقریباً نوے سال کی عمر میں بھی ان کی تحریروں کو چھپوانے کی جستجو میں لگے رہتے ہیں۔

محترم سرفراز صاحب داداابا کے مضامین مختلف رسائل میں سے تلاش کر کے بڑی محنت سے جمع کرتے ہیں پھر اسے شائع کرانے کا بھی بندوبست کرتے ہیں۔ آپ نے اس سے پہلے اوراقِ گم گشتہ اور مختلف چھوٹے چھوٹے کتابچوں کی شکل میں داداابا کے مواعظ شائع کیے ہیں۔

پیش نظر مضمون بھی سرفراز صاحب نے بڑے سائز میں کرا کر چھپوانے کی سعادت حاصل کی ہے۔ ان کی اس محنت سے معلوم ہوتا ہے کہ انھیں بھی صوفیائے نقشبند اور خاص طور پر اپنے پیرومرشد سے کتنا گہرا قلبی لگاؤ ہے۔

اللہ تعالیٰ ان کے درجات خوب خوب بلند فرمائے اور ان کو اس طرح کے اور کام کرنے کی توفیق نصیب فرمائے اور اس پر استقامت بھی عطا فرمائے۔ آمین

(منیر احمد خان)

مولانا ڈاکٹر حافظ منیر احمد خان صاحب مدظلہ

فاضل درس نظامی / ایم۔اے، پی۔ایچ۔ڈی

امام وخطیب المصطفےٰ مسجد، پرانی سندھ یونیورسٹی حیدرآباد

لیکچرار۔ سندھ یونیورسٹی، جام شورو

باسمہ تعالیٰ۔ حامداً و مصلیاً

عرضِ جامع

الحمد للہ، یکتائے زمانہ، شیخ یگانہ، مرشدِ زمانہ حضرت قبلہ مولانا ڈاکٹر غلام مصطفےٰ خان صاحب دامت برکاتہ عالم، صوفی، معلم، ادیب، ناصح، مصلح، سیاح نقاد اور عظیم محقق ہیں۔ تحقیق کے بادشاہ ہیں۔ تحقیق کے سلسلہ میں خداداد روحانی صلاحیتوں سے بھی کام لیتے ہیں۔ چنانچہ قبلہ حضرت صاحب مد ظلہ نے بعض ایسی جگہوں کی نشاندہی فرمائی ہے جہاں ظاہری طور پر کچھ نہیں۔ بھمبھور میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیھم اجمعین کی تحقیق کے سلسلہ میں مفتی اعظم پاکستان مفتی ولی حسن ٹونکی صاحب علیہ الرحمۃ (خلفیہ شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا علیہ الرحمۃ) نے فرمایا کہ "ڈاکٹر صاحب (حضرت ڈاکٹر غلام مصطفےٰ خان صاحب مد ظلہ) کو بہت کشف ہوتا ہے۔

قبلہ حضرت صاحب مد ظلہ اپنی کتاب "لنا اعمالنا" صفحہ نمبر ۳۰ مین تحریر فرماتے ہیں کہ میں نے بھٹ شاہ بارو چوباغ، ہالا، سہون، قبہ شریف (ٹنڈو سائیں داد)، بلڑی شریف، ملا کا تیار، جھرک، مکلی، گجو، پیر پٹھو، تاج پور نصر پور، بدین، گرھوڑی شریف، سامارو، میر پور خاص، قاضی احمد مورو، سکھر، ہریالوئی، خیر پور، شکار پور، جیکب آباد، روہڑی، پیر جو گوٹھ، گھڑی مولانا حماد اللہ، لواری شریف، لاڑکانہ، دادو، جھم پیر، پیر بلاول وغیرہ اور انکے قرب وجوار کے بھی بکثرت مزارات پر حاضری دی یہ تو صرف سندھ کی چند جگہیں تھیں ورنہ حضرت صاحب مد ظلہ پورے پاکستان کے علاوہ سعودی عرب، عراق، افغانستان، مشرقی پاکستان اور ہندوستان کے ہزاروں مزارات پر گئے ہیں۔ جس سے قبلہ محبوبی حضرت مولانا ڈاکٹر غلام مصطفےٰ خان صاحب دامت برکاتہ کا ظاہری طور پر بھی بے پناہ جہاندیدہ ہونا معلوم ہوتا ہے۔ قبلہ حضرت صاحب مد ظلہ نے انبیاء کرام علیھم الصلوۃ والسلام واہل اللہ پر بے انتہاء کام کیا ہے۔ شاید ہی اتنا کام کسی اور نے کیا ہو۔

پیش نظر مضمون قبلہ حضرت صاحب مد ظلہ نے اپنی انگریزی کتاب (Studies in Litra-ture) میں شائع کیا تھا۔ پھر ۱۹۹۳ میں اس کا ترجمہ اردو رسالہ روایت کے سندھ نمبر میں شائع کریا۔

مجھ حقیر کو اوراقِ گم گشتہ کیلئے مضامین کی تلاش میں یہ مضمون بھی دستیاب ہوا۔ یہاں ایک بات اور عرض کر دی جائے کہ ایک کتاب ''ڈاکٹر غلام مصطفٰے خان۔ اسناد و اعزازات'' میں غلطی سے اس کتاب کے مرتب نے اشتہار شائع کیا کہ اس کتاب کا ترجمہ انہوں نے کیا ہے۔

اکادمی ہذا کے سلسلہ میں حضرت حافظ منیر صاحب مد ظلہ، معصوم صاحب، فہیم صاحب، کامران صاحب، رشید احمد صاحب اور دیگر حضرات خدمات انجام دیتے رہتے ہیں۔ اللہ تعالٰی ان کو طرح طرح سے نوازے۔ (آمین ثم آمین)

احقر۔۔ سرفراز احمد خان

باسمہ تعالیٰ۔ حامداً ومصلیاً

قبلہ حضرت صاحب مدظلہ العالیٰ کے اسلاف۔۔۔ حضرت مہابت خانؒ، حضرت خرواری باباؒ۔۔

اللہ تعالیٰ نے اشرف المشائخ قدوۃ المحققین وحید العصر حضرت مولانا ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان صاحب دامت برکاتہ کو طرح طرح اور خوب خوب نوازا ہے۔ قبلہ حضرت صاحب مدظلہ کے اسلاف (خاندان) میں حفاظ، علماء اور مجاہدین کثرت سے گزرے ہیں۔ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کے چہیتے مرید حضرت مہابت خان علیہ الرحمۃ زیارت (کوئٹہ) والے حضرت ملاّ طاہر خان المعروف خرواری بابا علیہ الرحمۃ، غرغشتی (اٹک) کے حضرت اخوند باباؒ وغیرھم۔۔۔ یہ سب حضرات قبلہ حضرت ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان صاحب مدظلہ کے اسلاف ہیں۔

حضرت سید احمد شہید علیہ الرحمۃ نے قبلہ حضرت صاحب دامت برکاتہ سے فرمایا کہ میرے ساتھ بالاکوٹ آپ کے قرابت دار بھی تشریف لائے تھے۔ مجھ حقیر گندے آدمی کو بالاکوٹ میں مراقبہ کے دوران حضرت سید احمد شہید علیہ الرحمۃ نے محبوبی قبلہ حضرت صاحب مدظلہ کے وہ اسلاف دکھائے جو جہاد میں ان کے ساتھ بالاکوٹ تشریف لائے تھے۔ وہ حضرات بڑی تعداد میں تھے۔ اللہ تعالیٰ مجھ حقیر کی شرم رکھ لے۔ آمین ثم آمین

الحمد للہ قبلہ حضرت صاحب مدظلہ کے مندرجہ بالا اسلاف کے متعلق ایک کتاب قبلہ حضرت صاحب مدظلہ کے حکم کی تعمیل میں زیرِ تکمیل ہے۔ انشاء اللہ عنقریب شائع ہوجائے گی۔ از احقر۔ سرفراز

سندھ کے نقشبندی اولیاءؒ

اسلام کی آمد سے سندھ کا موجودہ صوبہ، اسلامی تعلیمات کا گہوارہ بن گیا ہے اس کے علماء اور اولیاء سب سے پہلے مبلغین ہیں جو برصغیر پاک و ہند کے لئے دینی برکات لے کر آئے۔

مسلمانوں کی آمد کا قدیم ترین ثبوت ۱۰۹ھ / ۷۲۷ء سے ملتا ہے۔ بھنبھور میں کھدائی کرنے سے ایک جامع مسجد دریافت ہوئی۔ اس کے ایک کتبے میں یہی سن درج ہے[1]۔ تقریباً اسی زمانے میں حضرت ابو ترابؒ یہاں تشریف لائے۔ کہا جاتا ہے کہ انہوں نے بھکر کا قلعہ فتح کیا تھا۔ ٹھٹھہ سے تقریب ۱۰ میل مغرب کی طرف تعلقہ میرپور ساکرو میں گجو کے مقام پر آپ کا مزار ہے جس کی لوح پر ۱۷۱ھ (۷۸۹ء) درج ہے[2]۔ پھر تو بکثرت فضلاء اس صوبے کے مختلف مقامات پر اقامت گزیں ہوئے اور انہوں نے دینی علوم کے مختلف شعبوں میں بیش بہا خدمات انجام دیں۔ اس طرح انہوں نے کفر و جہالت کو دور کرنے کے لئے دنیا والوں کی سرپرستی کے بغیر نہایت مخلصانہ کارنامے انجام دیئے لیسے چند فضلاء کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔

۱. ابو معشر نجیح بن عبدالرحمٰن سندھیؒ (م ۱۷۰ھ / ۷۸۶ء) جامع ترمذی میں ان کی ایک روایت ملتی ہے۔

۲. شیخ مسعود بن شیبہ سندھیؒ۔ طبقات الحنفیہ اور کتاب التعلیم کے مصنف ہیں۔

۳. شیخ رحمۃ اللہ سندھیؒ (م ۹۹۳ھ / ۱۵۸۵ء) ملا علی قاریؒ نے آپ کی المنسک المتوسط کی شرح لکھی ہے۔

۴. شیخ ابوالحسن محمد بن عبدالہادیؒ (م ۱۱۳۶ھ / ۱۷۲۳ء) آپ مدینہ منورہ سے ٹھٹھہ تشریف لائے۔ مسند امام احمدؒ کی شرح لکھی۔ شرح نخبۃ الفکر کی تعلیقات بھی لکھیں۔

۵. شیخ محمد حیات بن ابراہیمؒ (م ۱۱۶۳ھ / ۱۷۵۰ء) آپ بھی مدینہ منورہ سے تشریف لائے۔ نووی کی اربعین کی شرح لکھی اور ملا علی قاریؒ کی بھی۔

---

[1] بھنبھور کی اس مسجد کے ایک کتبے میں سنہ ۲۹۴ھ درج ہے۔

[2] سندھ گزیٹیئر (کراچی سنہ ۱۹۰۷ء) کے صفحہ ۹۱ میں اسی طرح لکھا ہوا ہے۔ لیکن ڈاکٹر محمد شفیع مرحوم نے صنادید سندھ (لاہور ۱۹۶۰ء) کے صفحہ ۹ میں لکھا ہے کہ یہ سن عیسوی والا ہے یعنی سنہ ۷۸۹ء میں وہ بزرگ فوت ہوئے ہوں گے۔

مخدوم جعفر بوبکانیؒ "جو المتانہ اور حل العقود فی طلاق المسنود" کے مصنف ہیں۔

۶۔

۷۔ ابوالحسن محمد صادقؒ (م ۱۱۸۷ھ/۱۷۷۳ء) آپ مدینہ طیبہ سے تشریف لائے۔ آپ نے ابن حجر کی نخبۃ الفکر کی شرح لکھی۔

۸۔ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھویؒ (م ۱۱۷۴ھ/۱۷۶۰ء) آپ کا شمار عظیم ترین علماء میں ہوتا ہے۔ آپ نے مختلف دینی موضوعات پر تین سو کتابیں لکھیں اور بکثرت تلامذہ تیار کئے۔

۹۔ شیخ ابوالحسنؒ۔ آپ پہلے بزرگ ہیں جنہوں نے سندھی رسم الخط کو دیوناگری سے عربی میں منتقل کیا۔ آپ نے مقدمۃ الصلوٰۃ سندھی میں لکھی اور اس میں متعدد مقامات پر مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھویؒ کا حوالہ دیا ہے۔ [۳۲]

ان علماء کے علاوہ حسب ذیل نامور صوفیہ ضرور قابلِ ذکر اور قابلِ احترام ہیں۔

سید علی مکیؒ (چوتھی صدی ہجری) مخدوم نوحؒ بھکری (ساتویں صدی ہجری) لعل شہباز قلندرؒ (م ۶۷۳ھ/۱۲۷۴ء) شیخ بہتو کو (م ۶۶۶ھ/۱۲۶۷ء) شیخ مرادؒ (م ۵۹۳ھ/۱۴۸۸ء) شیخ عیسیٰ لنگوٹیاؒ (م ۹۳۱ھ/۱۵۲۵ء) شیخ خضر سیوستانیؒ (م ۹۹۴ھ/۱۵۸۶ء) اسمٰعیل سومرؒ (م ۹۹۸ھ/۱۵۹۰ء) مخدوم نوح ہالائیؒ (م ۹۹۸ھ/۱۵۹۰ء) [۳۳] عبداللہ حسینیؒ (م ۱۰۹۳ھ/۱۶۸۲ء) عبدالکریم بلڑی والےؒ (م ۱۱۳۰ھ/۱۷۱۷ء)۔ شاہ عنایت اللہ جھوک والےؒ (م ۱۱۳۰ھ/۱۷۱۷ء) عبدالرحمٰن کھوڑاؒ (م ۱۱۴۵ھ/۱۷۳۲ء) عبداللطیف بھٹ شاہ والےؒ (م ۱۱۶۵ھ/۱۷۵۲ء) وغیرہ یہاں کے مشہور و معروف صوفیہ تھے۔ جبکہ حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی قدس سرہ (م ۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) اپنے غیر معمولی فیوضات و برکات لے کر برصغیر پاک و ہند میں جلوہ فرما ہوئے۔

سندھ میں حضرت مجدد قدس سرہ کے قدیم ترین مرید شیخ موسیٰؒ تھے اور پھر ان کے صاحبزادے شیخ اسحٰقؒ تھے جن کا تعلق سہون [۳۴] سے تھا۔ شیخ موسیٰؒ پہلے شیخ عیسیٰ لنگوٹیا برہان پوریؒ سے بیعت ہوئے تھے جبکہ وہ برہان پور (سی۔پی) سے

---

[۳۲] مخدوم امیر احمد مرحوم نے شعبۂ تقابلِ ادیان علومِ اسلامیہ (سندھ یونیورسٹی) کے مجلہ ارمغان (سنہ ۱۹۶۳ء صفحہ ۲۲-۲۶) میں ان علماء کا ذکر کیا ہے ان کا خیال ہے کہ شیخ ابوالحسنؒ گیارہویں صدی ہجری کے عالم تھے۔

[۳۳] مخدوم نوح ہالائیؒ نے برصغیر میں سب سے پہلے قرآن پاک کا فارسی ترجمہ مرتب کیا تھا۔ راقم الحروف نے اس ترجمے کا پہلا پارہ ۱۹۶۳ء میں شائع کیا تھا۔ اب سندھی ادبی بورڈ نے مولانا غلام مصطفےٰ قاسمی صاحب کی ترمیم سے مکمل ترجمہ شائع کیا ہے۔

[۳۴] مکتوباتِ امام ربانیؒ (۳/۶۹) میں شیخ موسیٰؒ اور ان کے صاحبزادے شیخ اسحٰقؒ کے نام کے ساتھ سیوستانی لکھا ہوا ملتا ہے۔ یہ سیون (سہون) تھا۔ غزنوی عہد میں جب مسلمان برصغیر میں آئے تو انہوں نے دریائے گنگا کو جیحون اور دریائے سندھ کو سیحون کہنا شروع کیا۔ حضرت سنائیؒ (م ۵۴۵ھ/۱۱۵۰ء) نے اپنے حدیقہ میں فرمایا ہے۔ تا بدید آتش سنان سیحون ہم بر آن آب نیست آب اکبر۔ زبدۃ الاخبار (قزوینی ایڈیشن۔ صفحہ ۶۹-۷۰) اور مؤید الفضلاء (لکھنؤ۔ جلد اول۔ صفحہ ۴۹۹) میں بھی سندھ کو سیحون کہا گیا ہے۔ یہ بات تعجب کے ساتھ پڑھی جائے گی کہ سہوان میں (جو یوپی کا شہر ہے) محلہ شہباز ہے اور بعض خاندان جو سہون سے وہاں منتقل ہوئے تھے ان کی زبان میں سندھی الفاظ شامل ہیں۔

ٹھٹھہ تشریف لائے تھے۔ بعد میں ایسا ہوا کہ جب شیخ موسیٰؒ کا حضرت مجدد قدس سرہ کے مرید حضرت شیخ کریم الدین

(عبدالکریم) سے عثمان پورہ (حسن ابدال) میں ملنے کے لئے گئے تو متاثر ہو کر اُن کے سلسلے میں داخل ہو گئے۔

اُن کے صاحبزادے شیخ اسحٰقؒ بھی اس سلسلے میں داخل ہو گئے اور حضرت مجدد قدس سرہ کے سلسلہ عالیہ میں داخل ہو گئے وہ لکھتے ہیں کہ مکاشفے میں حضرت مجدد قدس سرہ نے فرمایا۔

من احمد السرہندی الی اسحٰق السندی: یا اسحٰق انت ولدی وخلیفتی فی جمیع الرموزات الحقیقی والدقیقی واقی مغفور وانت ومن توسّل بك ایضا مغفور واقرا الحبیبی مولانا کریم الدین منی السلام"

شیخ اسحٰق نے یہ واقعہ لکھ کر رحم علی کے ذریعے حضرت مجدد قدس سرہ کو عریضہ لکھا اور اُن کے لئے بھی سفارش کی جو توحید وجودی کے سکر میں تھے۔

حضرت مجدد قدس سرہ کے ایک اور مرید شیخ عبدالرحیم بھکری تھے[1]۔ لیکن اُن کے حالات معلوم نہیں۔ حضرت مجدد قدس سرہ (م ۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) کی اولاد (کثیر تعداد میں) افغانستان میں نیز ہندوستان کے مختلف علاقوں میں جن میں سندھ بھی شامل ہے آباد ہو گئی۔ آپ کے صاحبزادے حضرت خواجہ محمد معصوم قدس سرہ (م ۱۰۷۹ھ/۱۶۶۸ء) کے چھ صاحبزادے تھے۔

(۱) محمد صبغتؒ (م ۱۱۲۲ھ/۱۷۱۰ء)۔ (۲) محمد نقشبندؒ (م ۱۱۱۵ھ/۱۷۰۳ء)۔ (۳) محمد عبید اللہؒ (م ۱۰۸۳ھ/۱۶۷۲ء)۔ (۴) محمد اشرفؒ (م ۱۱۱۸ھ/۱۷۰۶ء)۔ (۵) خواجہ سیف الدینؒ (م ۱۰۹۶ھ/۱۶۸۵ء) اور محمد صدیقؒ (م ۱۱۳۱ھ/۱۷۲۳ء)

بڑے صاحبزادے محمد صبغت اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے محمد اسمٰعیلؒ (م ۱۱۳۶ھ/۱۷۲۳ء) تھے جن کے صاحبزادے غلام محمد معصومؒ (م ۱۱۶۱ھ/۱۷۴۸ء) تھے اور ان کے (مؤخر الذکر کے) نو صاحبزادے تھے۔

(۱) غلام محمدؒ (۲) احمدؒ (۳) نور الدینؒ (۴) عبدالقدوسؒ (۵) شاہ عزت اللہؒ (۶) محمد صادقؒ (۷) عبدالاحدؒ (۸) بشیر اللہؒ اور (۹) صفی اللہؒ۔

چھٹے صاحبزادے محمد صادقؒ کا وصال پشاور[2] میں ہوا۔ لیکن اُن کے صاحبزادے حاجی غلام محی الدینؒ، حیدرآباد (سندھ) تشریف لے آئے اور ان کے صاحبزادے نظام الدینؒ نے شکارپور (سندھ) میں اقامت فرمائی اور وہیں ۱۲۷۳ھ/۱۸۵۷ء میں ان کا وصال ہوا وہ فارسی اور اردو کے شاعر تھے۔ مزاج میں حد درجہ انکسار تھے۔ اسی لئے وہ خود کے متعلق فرماتے ہیں۔

زاحوالِ درونِ من بہ خوکاں عاری آید   بظاہر مبتلا ہستم میانِ مکر و تزویرے

ے حضرت القدس (صفحہ ۳۲۹۔ ۳۳۰) میں کتابت کی غلطی سے بھکری (لنگوتیا) کو بلوتی لکھا گیا ہے اس بزرگ کے شیخ موسیٰؒ اور شیخ اسحٰق کے حالات کے لئے دیکھیں زبدۃ المقامات (مکمنو، صفحہ ۲۸۶۔ ۲۸۷) اور تحفۃ الطاہرین (صفحہ ۲۲) اور مقالات الشعراء (صفحہ ۲۵)

[1] روضۃ القیومیہ۔ جلد اول صفحہ ۳۴۰۔

[2] یہ تفصیل خواجہ محمد فضل اللہؒ کی عمدۃ المقامات (لاہور ۱۳۵۵ھ/۱۹۳۶ء) کے صفحات ۴۴۲۔ ۴۴۵ میں ملتی ہے۔ یہ تمام صاحبزادے پشاور یا کابل کو منتقل ہو گئے۔ پانچویں صاحبزادے حضرت عزت اللہؒ کا سجع یہ ہے: "ع یافتہ از عزت اللہ تو عزت یافتہ" آپ کا مزار کابل کے نمبرہ وہ زنگ میں موجود ہے۔

آپ کے نو صاحبزادے تھے۔ اُن میں سے ایک فضل القیومؒ تھے جن کے صاحبزادے ضیائے معصومؒ تھے۔ ان کے چار صاحبزادے تھے۔ (۱) غلام مجددؒ (۲) فضل احمدؒ (۳) فدا احمدؒ (۴) علی احمد۔

حضرت غلام محی الدینؒ کے دوسرے صاحبزادے فدا محی الدینؒ تھے، ان کے صاحبزادے حاجی محمد شریفؒ تھے۔ پھر اُن کے صاحبزادے بحرالدینؒ تھے جن کی ایک صاحبزادی خدیجہ تھیں۔[۳] ان کا انتقال ۱۳۹۱ھ/۱۹۷۱ء میں ہوا یہ سب حضرات حیدرآباد (سندھ) کے سول اور ملٹری اسپتال کے عقب میں آرام فرما ہیں۔

غلام محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ کے نویں صاحبزادے صفی اللہؒ (م ۱۲۱۲ھ/۱۷۹۸ء) بہت عظیم فارسی شاعر اور جید عالم تھے۔ عمدۃ المقامات کے مصنف خواجہ محمد فضل اللہؒ نے اُن کے بکثرت اشعار اپنی کتاب کے آخر میں درج کئے ہیں۔ اُن کے صاحبزادے عبدالباقیؒ (م ۱۲۸۷ھ/۱۸۷۰ء) بھی بڑے شاعر تھے۔ تکملۂ مقالات الشعراء کے مؤلف نے اپنی کتاب کے صفحات ۷۷ تا ۸۹ میں اُن کے اشعار نقل کئے ہیں۔ یہ مؤلف اور اُن کے والد (صفحہ ۷۴-۷۵) اُن سے بیعت تھے۔ عبدالباقی رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے محمد صدیقؒ اور پوتے فضل قیومؒ، پھر پرپوتے نور المشائخ "مُلّا شور بازار" یعنی فضلِ عمرؒ (م ۱۳۷۷ھ/۱۹۵۷ء) افغانستان کے مشہور و معروف مُلّا تھے۔ "مُلّا شور بازارؒ" (کابل میں اس نام کا بازار ہے وہیں آپ رہتے تھے) کے بڑے صاحبزادے صدر المشائخ فضل عثمانؒ کا انتقال لاہور میں ۱۳۹۳ھ/۱۹۷۳ء میں ہوا لیکن وہ کابل میں اپنے والد ماجد کے قریب دفن ہیں۔[۴] ان سے چھوٹے بھائی ضیاء المشائخ محمد ابراہیم صاحب مدظلہ ہیں۔ اُن کا بہت وقار تھا لیکن افسوس کہ اب دشمن (روس) کی قید میں ہیں۔

غلام محمد معصومؒ کے بڑے صاحبزادے شاہ غلام محمدؒ (م ۱۱۷۷ھ/۱۷۶۳ء پشاور) کے چھ صاحبزادے تھے لیکن ان میں سے دو یعنی غلام حسین (قندھار)

---

[۳] راقم الحروف نے ان کے انتقال پر یہ قطعۂ تاریخ لکھا تھا۔

دخترِ شاہ پیر بحرالدینؒ ۔ عابدہ مثلِ رابعہ بصری
بے مثالے بہ عفت و عصمت ۔ باکمالے بہ شوکتِ دینی
در توکل بشانِ استغنا ۔ در صفا و رضا نشانِ شہی
بہر او صد ہزار رحمت باد ۔ گو بمیش این دعائے تاریخی
در سرائے شگرفِ خلدِ بریں ۔ ساکنہ شد خدیجہ سرہندی

[۴] راقم الحروف نے آپ کے وصال پر یہ قطعہ لکھا تھا جو آپکے مزار کی لوح پر کندہ ہے اُس کا ہر مصرع تاریخی ہے۔ ۱۹۷۳ء / ۱۳۹۳ھ

۱۳۹۳ھ شمسِ علماء امیر متقیاں ۔ رہبرِ دیں، النصرت عقبیٰ ۱۳۹۳ھ
۱۹۷۳ء فضلِ عثمان قبلۂ دارین ۔ صدر و بدرِ مشائخ تقویٰ ۱۳۹۳ھ
۱۳۹۳ھ حاج و حافظ، فقیہ نیک سگال ۔ فاضلِ دودمانِ راہِ صفا ۱۳۹۳ھ
۱۳۹۳ھ گشت جمع بروج و قطب مدار ۔ عارفِ زندہ دل ز فضلِ خدا ۱۹۷۳ھ
۱۳۹۳ھ آہ از واسطۂ حقیقت رفت ۔ ہم طریقت شود ز قدر جدا ۱۳۹۳ھ

اور غلام حسنؒ (م ۱۲۰۴ھ / ۱۷۹۰ء) پشاور بہت مشہور ہوئے۔ موخر الذکر کے صاحبزادے غلام نبیؒ (م ۱۲۲۶ھ / ۱۸۱۱ء قندھار) کے جانشین ان کے صاحبزادے فضل اللہؒ (م ۱۲۳۸ھ / ۱۸۲۲ء قندھار) ہیں جو عمدۃ المقامات کے معروف مصنف ہیں۔

یہاں ہم ان کی عمدۃ المقامات ص ۱۵۷ کی عبارت سے اقتباس پیش کرتے ہیں جس سے مصنف کے وقت تک کے نقشبندی بزرگوں کے حالات کی تفصیلات ملتی ہیں۔ یعنی حضرت صفی اللہؒ (م ۱۲۱۲ھ / ۱۷۹۸ء) تک جو مصنف کے روحانی رہنما تھے۔

"مخفی نماند کہ حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ را در اولیائے ایں امت شانِ عظیم است و مراتبِ والا کمال را بآں ممتاز کردہ باشد ..... تا مزور فتگان ورطۂ کفر را بساحلِ ایمان واسلام ارشاد و ہدایت می فرمودند"

کتاب کے ابتدائی ابواب میں مصنف نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نیز خلفائے راشدینؓ اور ائمۂ کرامؒ کے مختصر حالات لکھے ہیں۔ اُن کے بعد حضرت بہاالدین نقشبند بخاریؒ (م ۷۹۱ھ / ۱۳۸۹ء) اور ان کی روحانی اولاد کا ذکر ہے۔

حضرت فضل اللہؒ ایک اچھے شاعر بھی تھے۔ ان کی ایک غزل اس طرح ہے۔

کردم اگر زجان تنِ خود را فدائے دل ۔ افتادہ ام نثار محقر بپائے دل
زدلشت پابہ تخت اقالیم سبع زن ۔ گر یافتی گدائی دو لت سرائے دل
عالم شنید پابہ تخت لبیکِ عبدلیس ۔ نشیدۂ تو نغرۂ یارب بجنائے دل
بینی نہان عیان و نگوئی عیان نہان ۔ واقف اگر شوی ز تہ پردہ ہائے دل
آخر چرا بشیشۂ گردوں نمے رسید ۔ سنگِ ندا ز دامن کوہ صدائے دل
تیر لیست مختفی لبسو بدائے دل نہ خون ۔ واقف از اوست اہل دلؒ یا خدائے دل
مرآتِ دل ز زنگِ حوادث مکدر است ۔ فضلؔ از دوام ذکر خدا کن جلائے دل

ان مصنف کے صاحبزادے شاہ عبدالقیومؒ[1] (م ۱۲۷۱ھ / ۱۸۵۵ء قندھار) کی اولاد قندھار ہی میں تھی۔ لیکن ان کے صاحبزادے عبدالرحمنؒ سندھ منتقل ہو گئے اور ٹنڈو سائیں داد (نزد ٹنڈو محمد خان) میں آباد ہوئے۔ خواجہ عبدالرحمنؒ (م ۱۳۱۵ھ / ۱۸۹۷ء) کے دو صاحبزادے جید عالم تھے۔ (۱) آغا محمد حسن جانؒ (م ۱۳۶۵ھ / ۱۹۴۶ء) اور (۲) آغا محمد حسین جانؒ (م ۱۳۶۷ھ / ۱۹۴۸ء) آغا محمد حسن جانؒ جید عالم ہیں۔ ان کی تصنیفات مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) شفاء الامراض ۱۳۱۴ھ (۲) انیس المریدین ۱۳۱۶ھ (۳) پنج گنج ۱۳۲۰ھ (۴) سفرنامہ عربستان ۱۳۲۳ھ (۵) تذکرۃ العلماء فی بیان الاتقیاء ۱۳۳۶ھ (انساب الانجاب ۱۳۳۰ھ (۷) شرح حکم شیخ عطاء الٰہی سکندری ۱۳۴۴ھ (۸) الاصول الاربع فی تردید الوہابیہ ۱۳۴۶ھ (۹) طریق النجات مع رسالہ التنویر فی اثبات التقدیر ۱۳۴۹ھ (۱۰) رسالہ در قواعد تجوید ۱۳۴۹ (۱۱) العقائد الصحیحہ فی بیان اہل السنہ والجماعۃ ۱۳۶۰ھ (۱۲) الاشارہ الی البشارہ (۱۳)

[1] اُنکے مریدوں میں سے ایک ملا کتیار کے محمد یوسفؒ اور موخر الذکر کے بھتیجے ولی محمدؒ پہلے شاہ عبدالقیومؒ کے صاحبزادے عبدالرحمنؒ کے مرید ہوئے۔ بعد میں محمد مظہرؒ بن شاہ احمد سعید مجددیؒ کے مدینہ منورہ میں مرید ہوئے ولی محمدؒ کے جانشین ان کے صاحبزادے عبدالرحیمؒ ہوئے۔ پھر ان کے پوتے محمد صدیقؒ ہوئے۔

رسالہ فی باب ستۃ الجمعہ فی القریٰ (۱۴) لغات القرآن (۱۵) تہلیلیہ وغیرہ۔[۵۲] رسالہ تہلیلیہ جو ۱۳۴۴ھ/۱۹۲۵ء میں لکھا گیا تھا۔ اس کا نمونہ مندرجہ ذیل ہے۔

حادث از قدیم چہ داند و فانی از باقی چہ توان گفت۔ ذرات ہوائیہ کہ از خدا شعاعی آفتاب جلوہ گری شوند از حقیقت آفتاب چہ دانند مخلوق عاجز کہ پس از ہفتاد ہزار حجاب واقع شدہ است از کیفیت خالق خود چہ ادراک توانند کرد؟ آن زبان کراست کہ بمعن ستائش او گویا شود؟ آن قلم کراست کہ بجز معرفت او پویا گردد۔

دور بینان بارگاہِ الست - غیر ازین پے نبردہ اند کہ ہست۔

...... عباراتے کہ بوسیلہ آن از ذات پاکش تعبیر کردہ شود نیست الا آنکہ گوئیم او موجود است نہ بوجود خارج از ذات و واحد لاشریک است فی ذاتہ و صفاتہ و سمیع است نہ بہ گوش۔ بصیر است نہ بہ چشم۔ متکلم است نہ بہ زبان۔ قادر است نہ بہ لشکر۔ عالم است نہ بہ تعلیم۔ حی است نہ بہ روح۔ مرید است نہ بہ دل، مکون است نہ بہ اسباب بلکہ این صفات مقدس او تعالیٰ را بغیر احتیاج آلہ و اسباب میسر است۔۔

انہوں نے چار صاحبزادے چھوڑے (۱) عبداللہ جانؒ "شاہ آغا" (۱۳۰۵ھ/۱۸۸۸ء - ۱۳۹۶ھ/۱۹۷۳ء) (۲) عبدالستار جانؒ (۱۳۱۱ھ/۱۸۹۳ء - ۱۳۸۷ھ/۱۹۶۷ء) (۳) عبداللہ جانؒ "شاہ آغا" نے مندرجہ ذیل کتابیں شائع کیں۔

مونس المخلصین، راحت القلوب، مخزن العلوم۔

اُن کے بھائی مولانا حافظ محمد حسین جانؒ نے بھی دو سندھی کتابیں شائع کیں۔

فرائض الاسلام ، بنیاد الاسلام۔

خواجہ عبدالرحمٰنؒ کے دوسرے صاحبزادے آغا محمد حسن جانؒ (م ۱۳۶۷ھ/۱۹۴۸ء) ممتاز روحانی محسن اور بلند پایہ شاعر تھے۔ ان کے تخلص سرہندی کے ساتھ اُن کا دیوان ان کے چھوٹے پوتے مولانا ابراہیم جانؒ (مولانا محمد اسمٰعیل جانؒ کے صاحبزادے) نے قصبہ سامارو ضلع تھرپارکر (سندھ) سے شائع کیا ہے۔ ان کی فارسی غزلوں میں سے ایک غزل کے چند اشعار یہاں درج کئے جاتے ہیں۔

رُخ گلابے عجبے، زلف نقابے عجبے — آفتابے عجبے، زیر سحابے عجبے
بے تو چوں ماہی بے آب بگلشن ما راست — اضطرابے عجبے، رنج و عذابے عجبے
زآتش روئے تو چوں زلفِ پریشاں دارم — انقلابے عجبے، عقدہ و تابے عجبے
بیت ابروئے تو کلک ازل از نقطہ خال — انتخابے عجبے، کردہ زبابے عجبے
دل دیوانہ ما از نگہ مست تو شد — از شرابے عجبے مست و خرابے عجبے
خوش فتادہ است خط سبز تو بر دفتر حسن — گشتہ بابے عجبے زیب کتابے عجبے

[۵۲] پروفیسر نواز جنونی صاحب نے خواجہ حسن جانؒ کی ابتدائی سلوک کا سندھی ترجمہ ۱۹۰۰ء میں شائع کر دیا ہے۔

نام کوثر نبرد ہر کہ خورد از لب تو . می ناب عجب شہد و شکر اب عجب

آغا محمد حسین جانؒ کے صاحبزادے محمد اسمٰعیل جانؒ بھی سندھ کے ممتاز سیاستداں تھے ۔ حجاز مقدس کے سلطان ابن سعودؒ نے ان کو مولانا سلیمان ندویؒ اور علی برادرانؒ کے ساتھ اسلامی کانفرنس منعقدہ ۱۳۴۵ھ / ۱۹۲۶ء میں شرکت کے لئے مدعو کیا تھا ۔ ان کا تخلص روشن تھا ۔ ان کی دیگر تصنیفات ان کے بڑے صاحبزادے مولانا اسحٰق جانؒ میر پور خاص (سندھ) والوں نے ۱۳۸۱ھ / ۱۹۶۱ء میں شائع کردی ہیں ۔

اُن کے دیوان میں سے چند اشعار درج کئے جاتے ہیں ۔

بیا سوئے مدینہ تا ببالی صد قرار این جا ۔۔۔ گل این جا سبزہ این جا گلشن این جا جوئبار این جا
چہ خوش باشد کہ سازم فرش راہ سید الکونین ۔۔۔ دل این جا دیدہ این جا سینہ این جا جسم زار این جا
نماید بے نیاز از باغ جنت نزہت طیبہ ۔۔۔ گل این جا سنبل این جا سوسن این جا لالہ زار این جا
چو نقش پا بر در آستانش ہر سر افرازے ۔۔۔ سر این جا گردن این جا نسر این جا افتخار این جا

اُن کی غزلوں میں شستگی ہے اور استعارے بہت دلکش ہوتے ہیں ۔

نگر و برتیغ بہ رخ می گذشت یار بباغ ۔۔۔ مگر ز طفل گل این رسم حیا دری آموخت
خامہ را سازند زین رو رو سیاہ ۔۔۔ ہست کان دائم لبس عیب دگر
بس از شیرین زبانی تلخ گشتی ۔۔۔ زدا نستم کہ داری نوش نیش را
عرق یک قطرہ از رویش چکیدہ ۔۔۔ کہ گوئی گر زمہ افتادہ ستارہ
بیاد گل رخت اے گل ببستم ۔۔۔ چو نکہت آشیان بر دامن گلے

اُن کے دونوں صاحبزادے (۱) مولانا اسحٰق جانؒ اور (۲) مولانا ابراہیم جانؒ اعلےٰ تعلیم یافتہ تھے اور بلند پایہ شاعر بھی ۔ وہ (روزمرہ کی زندگی میں) عام بول چال اور تقریروں میں عربی اور فارسی کے اشعار بلا تکلف بولتے تھے ۔

ل ڈاکٹر محمد مسعود احمد نے سرہندیؒ کی شاعری پر "قومی زبان" کراچی ۱۹۶۷ء میں ایک مضمون شائع کیا ہے راقم الحروف نے انکے انتقال پر مندرجہ ذیل قطعہ تاریخ لکھا ہے ۔

پژمردہ شد گل سر سید مجددی ۔۔۔ یعنی گذشت آہ چون آن فخر انس و جان
بردہ ست آہ حکمت و فضل و کمال را ۔۔۔ جان آفرین زجان محمد حسین جان
بے جان گشتہ ست ہمہ شعر و ہم ادب ۔۔۔ حکمت ز شعر رفت چو سحرے ہم از بیان
سرہندی از تلمذ رحمن شد شہیر ۔۔۔ آمد بسر سر آمد شعرائے این زمان
حاجی پاکباز نہ دیدیم مثل او ۔۔۔ صوفی پاک دل نہ شنیدم ہمچو آنسے
فخر دہور، قطب زمان شاعر جلیل ۔۔۔ در خلد آرمید محمد حسین جان

۴۸ ۱۹ء ۔۔۔ ۶۷ ۱۳ھ

اول الذکر نے اپنا سفرنامہ ایران اور سفرنامہ بلادِ اسلامیہ اُردو میں شائع کیا تھا۔ انہوں نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات رض اور دختران کی سوانح حیات پر بھی کتابچے شائع کئے تھے۔

خواجہ عبدالرحمن کے دادا فضل اللہ رح کے ایک بھائی ضیاء الحق رح تھے۔ اُن کے چھ صاحبزادے تھے۔ پہلے صاحبزادے عبدالکریم رح (م ۱۲۵۹ھ/۱۸۵۳ء) کے دو صاحبزادے تھے۔ (۱) عبدالعزیز رح (م ۱۳۱۱ھ/۱۸۹۳ء) اور (۲) ابوالقاسم رح جن کی اولاد سندھ کے کئی علاقوں میں آباد ہے۔ ضیاء الحق رح کے دوسرے صاحبزادے عبدالکریم رح (آقا صاحب) مٹیاری (حیدرآباد) تشریف لائے اور وہاں نوے سال کی عمر میں ۱۳۱۳ھ/۱۸۹۵ء میں وفات پائی۔ ان کے آٹھ صاحبزادے تھے۔ پہلے صاحبزادے عبدالحلیم رح (م ۱۳۳۱ھ/۱۹۱۳ء) کے چھ صاحبزادے تھے۔ ان میں سب سے بڑے غلام مجدد رح (م ۱۹۶۲ء) تھے۔ جن کے اکلوتے صاحبزادے غلام رسول مٹیاری میں رہتے ہیں اور جید عالم ہیں۔

مخدوم آدم رح (المعروف "آدو" یعنی رونق) ٹھٹھہ والے

اُن کے ہم عصر ایک اور آدم بن محمد اسحٰق صدیقی رح (م ۱۰۶۶ھ/۱۶۵۶ء) تھے۔ اس لئے آدو (یعنی رونق یا ضیاء) کہلانا پسند کیا۔ وہ اور ان کے دوست میاں کبیر محمد دونوں پہلے خواجہ محمد معصوم سرہندی رح (م ۱۰۷۹ھ/۱۶۶۸ء) کے مرید ہوئے۔ ان کے انتقال کے بعد انہوں نے روحانی اسباق سرہند میں حاصل کئے۔ (غالباً خواجہ سیف الدین رح (م ۱۰۹۶ھ/۱۶۸۵ء) سے) میاں کبیر محمد رح کے جانشین ان کے صاحبزادے (۱) میاں محمود رح اور (۲) میاں محمد زمان رح ہوئے اور مؤخر الذکر نے تبلیغ درس کے عبدالرحیم کی رہنمائی کی۔[۴]

مکتوبات خواجہ محمد معصوم رح (جلد ۲) میں عربی میں تین خطوط (نمبر ۵۹-۶۳-۷۷) اور ایک فارسی خط (نمبر ۲۷) مخدوم آدم رح کے نام ہیں۔ خط اس طرح ہے۔

حامداً للہ العظیم و مصلیاً علی رسول الکریم۔ اللہ تعالیٰ الوہاب فیوض را ہموارہ مفتوح دارد صحائف گرامی بتعاقب یکدیگر رسیده سبب مسرت گردید۔ نوشته بودند که مقتدی عقب امام بذکر نفی و اثبات مشتغل شود یا نه۔ مخدوما مقتدی و غیر مقتدی را باید که در نماز بارکان نماز مقید باشد و در رعایت آداب و سنن آن کوشد اوقات از برای ذکر نفی و اثبات

---

۱ ان کی تفصیلات کے لئے خواجہ جان رح کی انساب الانجاب صفحہ ۳، ۲-۷ دیکھئے ۲ عبدالعزیز رح کے صاحبزادے ضیاء احمد کے تین صاحبزادے تھے (۱) غلام اللہ (۲) حجۃ اللہ رح اور (۳) عبداللطیف رح۔ غلام اللہ کے پسماندگان میں دو صاحبزادے تھے۔ (۱) غلام مصطفیٰ رح اور (۲) عبدالکریم رح جبکہ حجۃ اللہ رح کے پسماندگان میں (۱) غلام مرتضیٰ رح (۲) عبدالفتاح رح اور (۳) حزب اللہ رح بمقام ملیر کراچی تھے (۳) روضۃ القیومیہ (۲۴۰/۱) کے مصنف نے مخدوم آدم ٹھٹھوری رح کو محمد معصوم رح کا خلیفہ لکھا ہے۔ (۴) ان کی تفصیلات کے لئے میر علی شیر قانع کی تحفۃ الکرام اُردو ترجمہ کراچی ۱۹۵۹ء صفحہ ۷۱۰-۷۱۵ دیکھئے۔ (۵) مکتوبات سیفیہ حیدرآباد (سندھ) ص ۹۱ (مکتوبات نمبر ۱۶۶)

بسیار است در نماز بتکمیل نماز پرداز کہ افضل اعمال و اکمل مقربات ست آرے اگر در حضور دل و توقف قلبی کوشد مستحسن می نماید لا صلوٰۃ الا بحضور القلب وارد شدہ است و نیز نوشتہ بودند کہ در بعضے عبارت وارد شدہ است کہ پیغمبر خدا صلی اللہ تعالےٰ علیہ و آلہٖ وسلم قطب ارشاد وقت خود بودہ اند آیا دران وقت نسبت قیومیت کہ داشت اگر آنسرور داشت علیہ وعلی آلہ الصلوٰۃ والسلام پس چرا ایشان را با وجود قیوم قطب ارشاد گویند و کدام فائدہ درانست با وجودکہ نسبت قطبیت دون نسبت قیومیت است۔ بدانند کہ لفظ قطب ارشاد و مدار و جزآن در لسان اہل شرع وارد نیست واز مصطلحات و مشکونات صوفیہ کرام است و نسبت قیومیت مکشوف حضرت ایشان است معلوم نیست کہ پیش از آنحضرت از اولیاء کسے بآن تکلم نمودہ باشد باسرار آن متحقق گشتہ کمال الکمال بطور صوفیہ دراطوار ولایت قطبیت ارشاد است کہ بآنسرور نسبت کردہ اند نسبت قیومیت کے دران وقت جلوہ نفرمودہ بود از کجا اطلاق کنند اکنوں کہ جلوہ گر گشتہ است گوئیم کہ این نسبت علیہ درزمانِ آنسرور بہ آن سرور مفوض بودہ علیہ وعلی آلہ الصلوٰۃ والسلام و نشاید کہ دران وقت غیر او را بود و نسبت قیومیت بدیگرے منسوب گردد و نیز نوشتہ بودند کہ مراقب نشستہ بودم این عبارت ظاہر شد کہ تجلی ذاتی عبارت ازانست کہ متجلی لہ را از بیچونی یک نصیبی بدہند۔ مخدوما آنچہ ظاہر شدہ است بس عالی ست از نقد وقت شما آن بلند بنماید بشارت ست امید وار باشند۔ بیت

اگر ایں لحظہ ممکن کار شب نیست ۔ ز بخت مقبلان ایں ہم عجب نیست والسلام

بعد میں جب مخدوم آدم ”خواجہ سیف الدین رح کے مرید ہوئے تو ان کو اس طرح مخاطب کیا گیا۔

مکتوبات یک صد و شصت و ششم

باسمہ سبحانہ اما بعد السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ، مخدوما استماع اخبار استقامت شما برین طریقہ علیہ و سرگرمی ہنگام طلب لذاتِ معنوی می گردد زادکم اللہ سبحانہ ترقیا و استقامتا، بعضے یاران رشید شما کہ ملاقات کردند از مطالعہ احوال القلعے محفوظ شدیم، علی الخصوص شیخ انس و سید فتح محمد ابو الحسن و تازکی توفیق آثار شیخ عنایت اللہ ملاقات نمود، از احوال پسندیدہ او نیز محفوظ شدیم، یقین کہ بیش از بیش بحال موی الیہ متوجہ خواہند بود ؎

اس خط سے ظاہر ہے کہ مخدوم آدم رح کے کئی احباب (مرید) خواجہ سیف الدین رح سے ملنے اُن کے والد خواجہ محمد معصوم رح کی وفات کے بعد یعنی $\frac{۱۰۷۹ھ}{۱۶۶۸ء}$ کے بعد سرہند گئے تھے اور یہ کہ خواجہ سیف الدین رح نے (۱) شیخ انس رح (۲) سید فتح محمد رح (۳) ابو الحسن رح (۴) تازکی رح (۵) شیخ عنایت اللہ رح کو خصوصیت کے ساتھ سراہا۔ یہ حقیقت مزید تصدیق کرتی ہے کہ مخدوم آدم رح کی وفات لازمی طور پر خواجہ محمد معصوم رح کے بعد ہوئی ہوگی یعنی اغلب یہ ہے کہ $\frac{۱۰۸۰ھ}{۱۶۶۹ء}$ کے بعد۔

؎ (۱) میہڑ (سندھ) کے مولانا غلام محمد عارفی کے پاس ان کے آباؤ اجداد کی زبانی یہ بات سینہ بسینہ محفوظ تھی کہ شیخ انس رح کا تعلق شکار پور سے تھا اور وہ ٹھٹھ کے قاضی تھے۔ فتح محمد رح اور ابو الحسن رح کا تعلق نصر پور سے تھا اور تازکی رح کی قبر اور مدرسہ مکلی میں سڑک کے عین کنارے پر ہیں۔ اغلب یہ ہے کہ عنایت اللہ رح کا تعلق جھوک سے تھا اور ان کا انتقال $\frac{۱۱۳۰ھ}{۱۷۱۸ء}$ میں ہوا۔ مولانا قدوسی

حضرت عبدالرؤفؒ کو اس طرح روحانی رہنمائی کی اجازت ملی۔ (مکتوبات ص ۱۲۸)

امابعد نمودہ می آید کہ چون فضائل وکمالات دستگاہ جامع علوم ظاہری و باطنی شیخ عبدالرؤف مدار الارشاد حضرت سرہند رسیدہ بزیارت روضہا منورہ استعداد یافت وبصحبت خادمان ومجاوران این بقعہاء متبرکہ چند گاہے بسر بردہ اخذ فیوض وبرکات نمودہ واز مزایا وخواص این طریقہ علیہ حظ وافر یافت ودر مدت قلیلہ فوائد کثیرہ نصیب او گشت ومحبت شیوخ او استقامت عزاز اطوار واوضاع اولائح وہویدا گشت بنابرین عاصی دراز کار باوجود عدم لیاقت محض برائے ترویج طریقۂ احمدیہ معصومیہ وامانت بدعت نامرضیہ واحیاء سنت سنیہ اجازت تعلیم این طریقہ وہبیہ بمشار الیہ داد وشرط الاجازت الاستقامت علی الشریعۃ المصطفویہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام والتحیۃ والثبات علی محبۃ الشیوخ والسلام علی من اتبع الہدی۔

یہ عبدالرؤفؒ مکہ معظمہ تشریف لے گئے اور وہیں انتقال ہوا۔ یہ مولانا محمد مرادؒ کے روحانی شیوخ میں سے ایک تھے جنہوں نے حضرت مجددؒ کے مکتوبات کا مکہ معظمہ میں عربی میں ترجمہ کیا اور ۱۳۱۶ھ / ۱۸۹۸ء میں شائع کیا۔

مخدوم آدمؒ کے پسماندگان میں دو صاحبزادے تھے (۱) فیض اللہؒ اور (۲) محمد اشرفؒ جو اپنے والد کے بعد تقریباً ۵ سال میں انتقال فرما گئے۔ مخدوم ابوالقاسمؒ، شیخ ابراہیمؒ روہڑی والے اور سید فتح محمدؒ، شیخ صابرؒ ان کے اجل خلفاء[۳] تھے۔ جنہوں نے عوام الناس کی بھلائی کے لئے اور روحانی تزکیے کے لئے نقشبندی طریقے سے کام لیا۔

مخدوم ابوالقاسمؒ

حضرت مخدوم ابوالقاسمؒ کے والد ابراہیمؒ کا درس تبلیغ سے تعلق تھا اور وہ سہروردی سلسلے کے تھے۔ وہ ٹھٹھے آئے اور وہیں انتقال فرمایا۔ حضرت ابوالقاسمؒ نے پہلے دینی تعلیم مکمل کی پھر مخدوم آدمؒ سے روحانی رہنمائی کے لئے رجوع کیا۔ جنہوں نے انہیں سرہند جانے کا مشورہ دیا۔ ابوالقاسمؒ سرہند تشریف لے گئے اور خواجہ سیف الدینؒ (۱۰۹۶ھ / ۱۶۸۵ء)[۳] کے مرید بن گئے۔ خواجہؒ انہیں "نورِ حق" کہتے تھے۔ یہ خطاب ان کی قبر پر قطعہ میں شامل ہے اور یہ مندرجہ ذیل ہے۔

بسال وصل او بالف بغفر مود ۔ "ابوالقاسم سراسر نورِ حق بود"
۱۱۳۸ھ

آپ کا ایک شعر بعض تذکروں میں یہ ہے۔

بر لوحِ دل چو تختۂ تعلیم کودکان ۔ ہر حرف آرزو کہ نوشتم خراب شد

نے بھی فتح محمدؒ اور شیخ النورؒ کا ذکر کیا ہے ان کی سوانح حیات صفحہ ۵۰ پر دیکھیے۔ خواجہ سیف الدینؒ کے ایک اور مخاطب ٹھٹھے کے محافظ تھے (۲) مکتوبات سیفیہ ص ۲۰۰، ۲۰۱ (۳) مکتوبات نمبر ۱۷۸ (۳) مولانا قدوسیؒ ص ۴۹-۵۰ (۴) مولانا قدوسیؒ (ص ۶۱-۶۲) نے یہ تفصیلات دی ہیں۔ (۵) ایضاً (ص ۵۶-۵۸) مولانا قدوسیؒ نے ابوالقاسمؒ کے بیس خلفاء کے نام لکھے ہیں جنہوں نے پورے سندھ میں سلسلہ نقشبندیہ کو فروغ دینے کے لئے کام کیا۔

ان کے جانشین ان کے صاحبزادے ابراہیم[رح] اور پوتے احمدؒ ہوئے۔ چونکہ ان کے مریدوں کی تعداد بہت زیادہ تھی اس لئے سلسلہ نقشبندیہ پورے سندھ میں بہت ہر دلعزیز ہو گیا۔

ان کے خلفاء میں مخدوم محمد معین[رح] اپنے وقت کی سب سے ہر دلعزیز ہستی بن گئے۔ وہ جید عالم، فقہ کی خداداد قابلیت کے مالک، بلند پایہ شاعر تھے۔ لیکن توحیدِ وجودی کے قائل تھے وہ جذبی کیفیت میں ۱۱۶۱ھ / ۱۷۴۸ء میں وصال پا گئے۔ اور مخدوم ابوالقاسم کے قریب دفن کئے گئے۔

قطرۂ در بحر واصل شد

انہوں نے بہت کتابیں تصنیف کیں اور جب مناسب سمجھا اپنے اعتقادات میں تبدیلی کی۔ ان کے چند اشعار مندرجہ ذیل ہیں۔

علی ولی چو امام مبین ما شدہ بود ۔ برون ز توسن افلاک زمین ما شدہ بود
لبِ ہر عشق ز نتوائے بربط و طنبور ۔ سجود کوئے خرابات دین ما شدہ بود
ز پیچ و تاب کفر زلف ترسا بچہ شوخ ۔ پریشان قبلہ گاہم کیش در ہم برہمے دارم
کیست روباہ کہ از شیر زیان صرفہ برد ۔ عقل از چنگلش عشق زبون می گردد
سگت را خونِ دل دادم کہ با من آشنا گردد ۔ ندانستم ز بخت بد کہ او دیوانہ خواہد شد

انہوں نے تصوف، فقہ اور دیگر دینی علوم پر تقریباً دو درجن کتابیں یادگار چھوڑی ہیں۔ ان کے سوانح نگاروں نے ان کے عقائد کی تبدیلی پر بحث کی ہے تاہم ان کے نقادوں نے انہیں سراہا ہے[1]۔

شاہ صدرالدین

آپ حضرت موسیٰ الکاظم رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے ہیں۔ آپ کے دادا سید علی مکی[رح] پہلے سید ہیں جو دادو کے قریب آباد ہوئے۔ اور وہاں کے راجہ اندر کی نو مسلم بیٹی سے شادی کی۔ ان کی اولاد میں شاہ صدرالدین ثانی[رح] گیارہویں صدی ہجری میں تھے۔ ان کا مقبرہ ۱۱۵۵ھ / ۱۷۴۲ء میں تعمیر ہوا جیسا کہ قطعۂ تاریخ میں لکھا ہے۔ سال تاریخش بجستم از خرد۔ ہاتفم گفتا "بہشت اہلِ بیت"۔ آپ کے نواسوں میں سید محمد شجاع[رح] نقشبندی تھے۔ اُن کی نرینہ اولاد میں سید محمد بقا[رح] (بن محمد امام[رح] بن فتح محمد[رح]) رسول پور (ضلع خیرپور) میں ۱۱۳۵ھ / ۱۷۲۳ء میں پیدا ہوئے۔ ۱۱۹۸ھ / ۱۷۸۴ء میں ظالموں نے ان کو شہید کر دیا۔ دیرہ طیب (خیرپور) میں تدفین ہوئی۔ انہوں نے چشتیہ اور قادریہ سلسلوں میں بھی فیض حاصل کیا۔ پھر مخدوم محمد اسمٰعیل پریاں لوئی[رح] (روہڑی) سے نقشبندی سلسلے میں فیضیاب ہوئے۔ ۱۱۷۴ھ / ۱۷۶۰ء میں وفات پائی۔

سید محمد بقا[رح] کے صاحبزادے سید محمد راشد[رح] ۱۱۷۰ھ / ۱۷۵۶ء میں پیدا ہوئے۔ انہوں نے حضرت شاہ فقیر اللہ علوی شکار

---

[1] تفصیلات کے لئے دیکھیں تحفۃ الکرام، دراسات اللبیب کا دیباچہ صفحہ ۵۵۸ - ۵۶۸ اور تکملۂ مقالات الشعراء صفحہ ۲۴۱ - ۲۴۵۔

پوری (م ۱۱۹۵ھ/۱۷۸۱ء) نیز مخدوم احمدیؒ (م ۱۲۰۳ھ/۱۷۸۹ء) اور موخرالذکر کے صاحبزادے محمد عاقلؒ (م ۱۲۹۳ھ/۱۸۷۶ء) سے تعلیم حاصل کی۔ سید محمد راشدؒ نے ۱۲۳۳ھ/۱۸۱۸ء میں وفات پائی۔ اُن کے بعد اُن کے صاحبزادے صبغت اللہؒ (م ۱۲۴۶ھ/۱۸۳۱ء) سجادہ نشین ہوئے انہوں نے حُر جماعت قائم کی جو سید احمد بریلویؒ (م ۱۲۴۶ھ/۱۸۳۱ء) کی جماعت کی طرح تھی۔ سید صاحب خود بھی اُن کے پاس تشریف لائے تھے۔

حضرت صبغت اللہ کے جانشین ان کے صاحبزادے سید علی گوہرؒ (م ۱۲۶۳ھ/۱۸۴۷ء) ہوئے پھر اُن کے صاحبزادے حزب اللہؒ (م ۱۳۰۸ھ/۱۸۹۰ء) ہوئے پھر اُن کے صاحبزادے صبغت اللہ ثانیؒ (م ۱۳۶۲ھ/۱۹۴۳ء) کے خلاف انگریزوں نے بڑی سازشیں کیں اور الزامات لگا کر دار و رسن تک پہنچادیا ان کے متعلق مولانا دین محمد ادیب لکھتے ہیں۔

پئے جنگِ انگریز سرکش نمود — دوم صبغۃ اللہ نشو و نما!
فرنگی بگردید زور منتقم — زدارش رسانده به دار البقا
زمیں دوز حصن حصینش نمود — ربودنده مالش به جور و جفا
چو آبا و اجداد فیاض بود — شده دائما پیرو مصطفےٰ[۲]
میان مخالف بریده بگو — ادیبا سن اور رضی بالقضا

۱۹۴۴-۱ : ۱۹۴۳ء[۳]

حضرت سید محمد راشدؒ (م ۱۲۳۳ھ/۱۸۱۸ء) کے کئی خلفاء تھے (۱) محمد حسین مہیسرؒ (۲) خلیفہ مسوئیؒ (جن کے سلسلے میں بنبر جونڈی اور پھر اروٹ والے بزرگ ہوئے) (۳) خلیفہ محمودؒ (قریہ گونر خان) (۴) میر پور ماتھیلو کے خلیفہ (۵) نبی بخش لغاریؒ مٹھی والے (جن کے سلسلے میں کچھ اور کاٹھیاوار والے بزرگ ہوئے۔ (۶) گُل محمد ہالائی (مصنفِ دیوان گُل)[۴]

سید محمد راشدؒ نے اپنے مکتوبات کا ایک مجموعہ یادگار چھوڑا ہے یہ مکتوبات ان کے اٹھارہ شاگردوں اور دوستوں کے نام ہیں۔ ان کے ملفوظات خلیفہ محمودؒ اور خلیفہ محمد حسین نے جمع کئے تھے[۵] اور ان کی تعلیمات خلیفہ محمودؒ نے المجموعہ المحمودیہ کے نام سے جمع کی تھیں اسی کے آخر میں خلیفہ صاحب نے ان کے حالات بھی شامل کر دیئے ہیں۔[۶]

---

[۲] آپ کے بھائی علی اصغر شاہؒ (م ۱۲۵۴ھ) نے فارسی اشعار میں اپنے آبا و اجداد کا ذکر کیا ہے۔ دیکھیں تکملہ مقالات الشعراء صفحہ ۹۷۔

[۳] کلیات ادیب۔ (حیدرآباد ۱۹۶۵ء) صفحہ ۷۷، دراز۔ مٹیاری وغیرہ کے سیدوں کے متعلق رسالہ صحیفہ (لاہور) جولائی ۱۹۷۲ء۔ اکتوبر ۱۹۷۲ء دیکھیں

[۴] قدوسی صفحہ ۲۷۱۔ ۲۷۲

[۵] مولانا مشوری صاحب نے سندھی زبان میں ترجمہ کرکے ان ملفوظات کو شائع کیا ہے۔

[۶] ان کے متعلق دیکھیں رسالہ صحیفہ (لاہور) جنوری ۱۹۷۳ء)

المحبوبیہ المحمودیہ میں ایک مقدمہ ہے۔ اس کے بعد چھ اشغال کا ذکر ہے۔ یعنی (۱) لا الٰہ الا اللہ (۲) یا رسول اللہ (۳) اللہ ھو (۴) لطائفِ ستہ (۵) سلطان الاذکار (۶) نفی اثبات۔ پھر بیس ابواب ہیں جن کے ذیل میں معرفت پر بحث ہے ان ابواب کو "حضور" کہا گیا ہے شغلِ چہارم کے ذیل میں یہ ملتے ہیں۔

در تکمیلِ ہر یک لطیفہ، مریدان و مستفیضانِ اوشان را سالہاے کثیری گذرد و مشکلہاے خطیر بلکہ اکثر را در ضبطِ اول و دوم و سوم تمامی رسد و بعضے ما کہ مستعدان با استعدادِ قوی و ہمت عالی اند در انجذاب جذبات علیہ و کمالات کلیہ بر ہمہ لطائف تقربِ زمان حاصل می شود بیت۔ صوفی نہ شود صافی تا در نکشد جامے۔ بسیار سفر باید تا پختہ شود خامے۔

پھر خلیفہ محمودؒ کے ملفوظات کو محمد ملوک چانڈیوؒ نے سراج العاشقین کے نام سے ۱۲۴۴ھ / ۱۸۰۷ء میں مرتب کیا۔
اس میں پہلے شجرۂ قادریہ اس طرح درج ہے

سید عبدالقادر جیلانیؒ، سید عبدالوہابؒ، سید لطف اللہؒ، سید صوفیؒ، سید احمدؒ، سید مسعودؒ، سید علیؒ، سید شاہ میر، سید شمس الدین، سید محمد غوث، سید عبدالقادر، سید عبدالرزاق، سید حامد سید عبدالقادر، سید شمس الدین محمد، سید عبدالقادر سید شمس الدین، سید حامد (شاہ گنج بخش)، سید شمس الدین، سید محمد صالح، سید عبدالقادر حسنی، سید محمد بقا حسینی، سید محمد راشد، شیخ محمود (رحمۃ اللہ تعالیٰ) پھر سلسلہ نقشبندیہ اس طرح درج ہے۔ حضرت مجددِ الف ثانی، سید آدم بنوری، شیخ سعدی لاہوری، حاجی ایوب جمال اللہ، اسمٰعیل بریاں لوئی، سید محمد بقا، شیخ محمود (رحمۃ اللہ تعالیٰ)

اس کتاب میں ایک سو اکیس اوراق ہیں۔ ہر صفحے میں تیرہ سطریں ہیں اور ہر سطر میں عموماً تیرہ الفاظ ہیں ورق ۸۳ (الف) میں آپ نے وحدۃ الوجود الشہود کو ترجیح دی ہے اور یہی تعلیم انہوں نے اپنے شیخ سے پائی تھی۔ ورق ۴۳-۴۴ کی ایک عبارت اس طرح ہے۔

می فرمودند کہ حقیقتِ نماز جذبہ بصیرتِ دل میسر نمی شود و ہائے ہائے می کردند و گریستند و می فرمودند کہ ہیہات ہیہات بر حالِ ماست ہمہ عمر بر حرف ہاے کاغذ صرف ساختم بلکہ آن ہم بدست نیامدہ و اگر بیامد تا ہم چہ سود دارد و این ہم فرمودند کہ از قلم و سیاہی، کاغذ سیاہ می شود و دلہاے سیاہ ما را چہ طور روشنائی دہد۔ و این بیت می فرمودند:

حرف کو کاغذ سیاہ کند — کے دلِ تیرہ را چو ماہ کند

ای عزیز حضرتِ شیخ ما ادام اللہ تعالیٰ برکاۃ علینا را بدونِ گریہ و بجز آہ ہیچ سرمایہ نبود و در آن زمان اکثر از لسانِ گوہر نشانِ خود این الفاظ تکرار می فرمودند کہ ای یاران وای برادران بگریز سوئے صاحبدلے کہ از صحبتِ او حلاوتِ ایمان بدست آید و می فرمودند کہ امروز احوالِ خلق و نوبتِ ایشان خرج در خفتن و خوردن و آشامیدن و پوشیدن است۔ بیچارہ در آن حیران و پریشان می ماند تا ہم سرانجامیِ این کار میسر نمی شود چرا کہ این امدادِ خالق است، از دستِ مخلوق راست نیاید و ایشان را باید کہ ازیں معاملہ روئے مسعود بگردانند و رجوع بسوئے خالق آرند تا نظرِ ایشان

از اسباب گذشتہ بر مسبب اقتدر است "من له المولیٰ فله الکل" بر سند دہم در قرآن کریم نگرند که "سخن نرز تفکر دایلہم" برائے چہ آمدہ است و این کہ مسبب را گذاشتہ دل بہ اسباب معیشت می بندند. این کار از خردمندی دور است۔ و این بیتہا را نیز می خواندند:

ہر چہ با تو بر نیاید زیر خاک	این ہمہ دنیا بود، نہ دین پاک
ہر چہ جز حق بسوز و غارت کن	ہر چہ جز دین، از و طہارت کن

شاہ فقیر اللہ علوی

آپ علاؤالدین جلال آبادی (افغانستان) کے صاحبزادے تھے اور وہ شیخ محمد مسعود دائم پشاوریؒ کے مرید تھے جو شیخ محمد سعید لاہوریؒ (مرید اسد اللہ وزیر آبادی، خلیفہ حضرت آدم بنوریؒ) کے دامن سے وابستہ تھے۔[1]

شاہ فقیر اللہؒ قندھار میں رہتے تھے۔ پھر سنہ ۱۱۵۰ھ میں آپ شکارپور (سندھ) تشریف لے آئے اور نقشبندی سلوک کی تبلیغ فرمانے لگے آپ کے ۳۹۰ مکتوبات کا مجموعہ ظاہر کرتا ہے کہ آپ امراء اور صاحب اقتدار لوگوں کو بھی نصیحت و ہدایت فرماتے تھے۔ مثلاً احمد شاہ ابدالی، اس کا وزیر شاہ ولی خان، نصیر خان والیٔ قلات، محمد سرفراز خان کلہوڑا، محمد خان (مکران) وغیرہ۔ ان کے علاوہ اپنے وقت کے اکابر علماء کو بھی آپ نے مکتوبات لکھے ہیں۔ مثلاً مخدوم محمد ہاشم ٹھٹویؒ، ملا محمد معین ٹھٹویؒ، عبدالرؤف (ہالاکندی) اور سید محمد راشدؒ بن سید محمد بقاؒ وغیرہ۔ (ایک مکتوب (نمبر ۲۷) کا نمونہ یہ ہے۔

بنام زبدۂ مشائخ میاں عبدالرؤف ساکن ہالاکندی صدور یافتہ، بسم اللہ الرحمن الرحیم، الحمد للہ والصلوٰۃ والسلام الاتمان الاکملان علیٰ خاتم نص الرسالۃ و آلہ و اصحابہ الکرام الیٰ یوم القیام۔ بخدمت سدۂ منیف، عنصر لطیف، مظہر وجود حقانی، مرآت نعوت سبحانی، میاں عبدالرؤف جیو سلمہ ربہ سلام سُنت الاسلام علیہ افضل الصلوٰت و اکمل التحیات من اللہ الملک العلام واصل باد۔ خلیفہ محمد پناہ جیو رقم زدہ کلک بیان ساختہ بودند کہ حضرت عالی فطرت، تحیات و دعوات می رساند۔ احقر۔ بمطالعۂ مکتوب مرغوب فائض السرور مسرور گشت۔ حضرت حق جل فی جلالہ در مرتبۂ ذات بصفت معرا از صفات فانی ساختہ بود حقانی رجوع دادہ در مرتبۂ تقلب دائمی ساکنان سفل بجناب قدس گرداناد۔ دریافت ملاقات مربوط بہ ارادۂ ازلی است نظر بہ الامور مرہونۃ باوقاتہا داشتہ بنمائق انائق فرحت افزا گر دیدہ باشند والسلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ آپ کی حسب ذیل کتابیں مختلف کتب خانوں میں محفوظ ہیں۔

(۱) فتح الجمیل فی مدارج التکمیل (۲) براہین النجات من مصائب الدنیا والعرصات (۳) فیوضات اللہ (۴) طریق الارشاد فی تکمیل المومنین والاولاد (۵) منتخب الاصول (۶) وثیقۃ الاکابر (۷) قطب الارشاد (۸) فتوحات الغیبیہ فی شرح عقائد الصوفیہ (۹) جواہر الاوراد (۱۰) قصیدۂ بردہ (۱۱) کتاب الازہار فی ثبوت الآثار (۱۲) فوائد فقیر اللہ (۱۳) شرح قصیدۂ بانت سعاد (۱۴) ملفوظات (۱۵) مکتوبات (۱۶) ملفوظات و عملیات (۱۷) شرح ابیات مشکل مثنوی۔

---

[1] آقای حبیبی کا مقالہ فارسی رسالہ سروش (۱۵، مارچ ۱۹۸۵ء) دیکھیں۔ اسی سے قدوسی صاحب نے (صفحہ ۱۸۹-۱۹۱) استفادہ کیا ہے۔

آپ کی چند ابیات جن میں مختلف صوفیانہ خصوصیات ہیں عرض کی جاتی ہیں۔

معدر فیضے کہ عالم را ترو تازہ — فی الحقیقت ہست چون مرآت در جسم شہود
لب اگر تر سازد آن رند خراباتی بہ مے — جامہ و جان رانثار جام مے خواہد نمود
ست با عقل آن چنان گردد کہ در روز جزا — چون رخ دلبر نیا شد دیگرش گفت و شنود
دردی یا بد شفا از صدقِ دل گرمی خورد — درد مندے گرچہ دید امراض بس مرچون بود
رو بہ خمار آورد آن کو کہ از روزِ ازل ! — از نقوشِ این و آن لوحِ دلِ او سادہ بود

آپ کی وفات شکارپور میں ۳ صفر ۱۱۹۵ھ (دوشنبہ ۲۹ دسمبر ۱۷۸۱ء) کو واقع ہوئی اور وہاں مزار ہے۔

ابوالحسن داہری نقشبندیؒ (م ۱۱۸۱ھ/۱۷۶۷ء)

آپ میاں بادل بن عبدالرشیدؒ کے صاحبزادے تھے۔ آپ نے ابوبکر بابانیؒ، ورالیںؒ احمد آبادیؒ (م ۱۱۵۵ھ/۱۷۴۲ء) اور محمد طیل بدخشانیؒ سے تعلیم حاصل کی اور مولانا عبدالرسول احمد آبادیؒ (۱۱۲۸ھ/۱۱۲۵ھ) سے نقشبندی سلسلے میں مستفیض ہوئے۔ آپ نے کئی کتابیں لکھیں لیکن سب سے زیادہ اہم کتاب ینابیع الحیوٰۃ الابدیہ، تصوف سے متعلق ہے۔ غالباً اس ضخیم کتاب "تصوف" پر اور کوئی نہیں۔ اس میں ۹ ابواب ہیں جن کے ذیل میں ۱۰۸ ذیلی ابواب ہیں۔ اس طرح شروع ہوتی ہے۔ بہترین سخنے کہ عندلیبانِ چمنِ انوارِ طریقت بدان ترنم نمایند و خوش ترین کلامے کہ بلبلانِ گلشنِ اسرارِ حقیقت بہ آن نغمہ آمائی کشانید حمدِ جزیل و ثنائے جمیل مرآن حکیمے را کہ بمقتضائے حکمتِ بالغۂ ذاتی حقیقت و روحِ وشجِ حبیب صلی اللہ علیہ وسلم خود را بذرِ شجرِ حقائق وبہ طرح و اشباحِ عوالم گردانیدہ و ہر آنچہ در آن بذرِ مجمل داشتہ درشجرِ عوالم متصل کردہ باز در ثمر باجمال رسانید، پس غرض از غرسِ شجرۂ عالم ہمین ثمرِ لولاک و خاتم شجر است صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ و صحبہٖ وسلم الیٰ یوم الدین۔

اولیائے لواری شریف

لواری شریف کے سب سے پہلے بزرگ مخدوم محمد زمانؒ اوّل تھے جو حاجی عبداللطیف سہروردیؒ کے صاحبزادے تھے۔ موخرالذکر مخدوم محمد آدم ٹھٹویؒ کے صاحبزادے فیض اللہ سے مستفیض ہو گئے تھے۔

مخدوم محمد زمانؒ، لواری شریف میں ۱۱۲۵ھ/۱۷۱۳ء میں پیدا ہوئے اور وہیں ۱۱۸۸ھ/۱۷۷۵ء میں وفات پائی۔ آپ نے ٹھٹھہ میں مخدوم محمد معینؒ (م ۱۱۶۱ھ/۱۷۴۸ء) کے شاگرد مولانا محمد صادق سے تعلیم پائی تھی اور وہیں ابوالمساکین حاجی محمد ٹھٹوی سے بیعت ہوئے جو مخدوم محمد آدمؒ کے صاحبزادے محمد اشرف کے بیٹے تھے۔ بعد میں مخدوم محمد زمانؒ کے صاحبزادے گل محمد (م ۱۲۱۸ھ/۱۸۰۳ء) پوتے محمد زمان ثانیؒ (م ۱۲۴۷ھ/۱۸۳۱ء) اور پڑپوتے محمد حسنؒ (م ۱۲۹۸ھ/۱۸۸۱ء) کی بڑی شہرت ہوئی۔ پھر محمد حسنؒ کے صاحبزادے محمد سعیدؒ (م ۱۳۲۴ھ/۱۹۰۶ء) نے نقشبندی سلسلے کی بہت خدمت کی۔ ان کی حسبِ ذیل کتابیں یادگار ہیں۔

صفال الضمائر، تحقیقات اللواری، شرح تکملۃ الورد الحمدی۔

صفال الضمائر : حضرت مخدوم محمد حسنؒ کی سوانح عمری ہے جو مدینہ منورہ میں فوت ہوئے تھے اس کتاب میں دیباچے کے چار ابواب یہ ہیں۔

(۱) بشارات (۲) عبادات (۳) اسفار و وفات (۴) ملفوظات۔

تیسرے باب میں مخدوم محمد حسنؒ کے چھ حج بیان کئے گئے ہیں اور ان کے ایک مکتوب کا ذکر ہے جو اس طرح ہے۔

برخوردار سعادت یار محمد سعید مدظلہٗ مراسلہ مشتمل بر رسیدنِ اشیائے مرسولۂ این طرف و اظہار دید قصور و خرابیِ حال خویش نوشتہ بود ندرسید۔ برخوردار تنگ دل نہ شوند، بقبض و تنگی دل پریشان و از دست نہ زوند و صبر فرمایند ع صبوری مایہ آرد تنگیِ دل و سیہ روی و خرابی خود خوب افتادہ است۔ شکر این معنی را بجا آرند۔ این صبرِ تلخ برائے مریضِ قلبی دہند۔ کیست دریں جہان کہ از ہوائے و ہوس برآمدہ خرابی و ضلالتِ خود نصب العین و حدِ نظر خود دارد۔ صاحبانِ روضۂ مقدسہ (قدس اسرارہم) فرمودہ اند "ہرچہ ظاہر حال مردود تر و پریشان تر در باطن مقبول تر و ہرچند مجہول تر در قرب حق نزدیک تر"۔ جامیؒ گوید :۔

ع سیاہی را بود رو در سپیدی

قال اللہ تعالیٰ : "وآیۃ لھم الیل نسلخ منہ النھار"۔ از تاریکی نتیجۂ سپیدی برآید۔ ہرچند تاریکی غالب تر بود نتیجۂ سپیدیِ آن روشن تر آید۔ در مکتوبات است کہ قبض و بسط ہر دو جناحِ این راہ اند۔ در قبض سیر اجمالی سریع تر است کہ از غایت سرعت و تنگی مفہوم نیست۔ لہٰذا تنگ دلی پیدا می کند و در بسط بہ تعطیل است کہ مفہوم طالب گردد و خوش دلی پیدا کند۔ یہاں مخدوم محمد سعیدؒ کی بھی ایک عبارت عرض ہے وہ اپنے روحانی بزرگوں کا ذکر اس طرح کرتے ہیں۔

سلسلۂ طریقۂ الٰہی این مسکین بے تمکین، جامع این کلمات سعید نہ سعید را بحرمت شہبازِ لاہوت، عنقائے جبروت، ملاذِ ملکوت، قائدِ ناسوت۔ سہ زراحش چہ بلبل شوم نغمہ زن۔ بہ باغ زماں گل محمد حسن۔ قدس سرہٗ بحرمت مہر سپہر دیانت، مرکز دائرہ امانت خواجہ محمد زمانِ ثانی قدس سرہٗ و بحرمت بحر علم و حیا، معدنِ وجود و سخا خواجہ گل محمد قدس سرہٗ و بحرمتِ جامع اسرارِ قطبیت، حاویِ انوارِ غوثیت، واقفِ اسرارِ نہان خواجہ محمد زمان کلان صاحب الارشاد فی اللواری حرسہ الباری قدس سرہٗ و بحرمتِ قطبِ سماءِ ولایت، ماہِ برجِ ہدایت خواجہ ابو المساکین حاجی محمد التہتوی مسکناً والمکی مدفناً قدس سرہٗ و بحرمت حضرت مرور متقی خواجہ محمد ذکی قدس سرہٗ و بحرمت حضرت منیف خواجہ محمد حنیف قدس سرہٗ و بحرمت حضرت قطب امجد ارشد خواجہ عبدالاحد قدس سرہٗ و بحرمت حضرت قطب الاقطاب مزید خواجہ محمد سعید قدس سرہٗ و بحرمتہ مجمع البحرین ممکن النورین مرجع النافقین غوث الثقلین ملاذ الافراد والاقطاب، ملجا الاصفیا والاحباب حضرت مجددِ الفِ ثانی قدس اللہ لیسرہ السامی۔

مخدوم محمد سعیدؒ کا ایک فارسی دیوان بھی ہے جو ان کے پوتے پیر سعید حسن بن محمد اشرف نے ۱۹۶۵ء

میں کراچی سے شائع کیا ہے۔ [۳۰]

مخدوم محمد زمانؒ (اول) کے کئی خلفاء تھے لیکن اُن میں سے دو نے بڑی مقبولیت حاصل کی یعنی (۱) قاضی احمدؒ (م ۱۲۲۳ھ / ۱۸۰۸ء) اور عبدالرحیم گرہوڑی شہیدؒ (م ۱۱۹۲ھ / ۱۷۷۸ء) قاضی احمدؒ نے ایک مجموعہ "تصوف" سے متعلق یادگار چھوڑا ہے جو ان کی خانقاہ میں موجود ہے مولانا عبدالرحیم گرہوڑیؒ بہت بڑے عالم تھے ان کی کتابیں یہ ہیں۔

(۱) فتح الفضل۔ یہ اُن کے شیخ کی نصائح ہیں جو انہوں نے سندھی سے عربی میں منتقل کی ہیں۔ شرح بھی ہے۔

(۲) اُن کے شیخ کے سندھی اشعار کی عربی شرح ہے۔

(۳) ایک مثنوی گل نامہ (فارسی) ہے جس میں شیخ زادہ گل محمدؒ کی تعریف ہے۔

(۴) حضرت مجدد الفِ ثانی قدس سرہ کے مکتوبات کا ایک انتخاب ہے۔

(۵) خود اُن کے سندھی اشعار کا ایک انتخاب ہے۔

مثنوی گل نامہ کے چند اشعار ملاحظہ ہوں۔

گل محمد در منازلہا تمام ۔ غیر بلبل ایں چہ داند خاص و عام
دستِ مشرک کے رسد گل پاک را ۔ خاک را این نورِ ایماں خاک را
خاک مسحور است بہرِ بوئے گل ۔ جز خراباتے نہ باشد جوئے گل
عارف آن باشد کہ باشد گل شناس ۔ گل ببیند جملہ بیند بے قیاس
جان مرجانِ ولی را دوست نیست ۔ رابطہ شان آنکہ آن را پوست نیست
خلق پندارد ولی را شہوتے ۔ دیدے خود بیند او را رحمتے!
تا قیامت آزمائش دائم است ۔ پس بہ ہر دَور، ولیِ قائم است [۳۱]

اب سندھ کے دوسرے نقشبندی بزرگوں کے متعلق مختصراً عرض کیا جاتا ہے۔

(۱) مخدوم عبدالواحد سیہوانیؒ (م ۱۲۲۴ھ) آپ قاضی بھی تھے۔ کئی کتابوں کے مصنف تھے۔ آپ حضرت غلام محمد معصومؒ (م ۱۱۶۱ھ) کے صاحبزادے حضرت صفی اللہؒ (م ۱۲۱۲ھ) کے خلیفہ تھے۔

(۲) شیخ محمد عابد سیہوانیؒ (م ۱۲۵۷ھ)۔ آپ بھی بڑے عالم اور کئی کتابوں کے مصنف تھے۔ آپ مخدوم محمد زمان ثانیؒ (م ۱۲۴۷ھ) کے خلیفہ اور مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی کے گرد تھے آپ مدینہ منورہ منتقل ہو گئے تھے۔

(۳) مخدوم محمد ابراہیم ٹھٹوی (م ۱۲۲۵ھ) آپ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی کے صاحبزادے عبداللطیفؒ کے صاحبزادے تھے کئی کتابوں کے مصنف تھے اور حضرت صفی اللہؒ (م ۱۲۱۲ھ) کے خلیفہ تھے۔ آپ کے لاکھوں مُرید تھے۔ منڈل (کچھ)

---

[۳۰] محمد اشرف صاحب، مخدوم احمد زمانؒ کے چھوٹے بھائی تھے اور احمد زمان صاحب جناب محمد سعید کے بڑے صاحبزادے تھے۔

[۳۱] کلام گرہوڑی (مرتبہ ڈاکٹر داؤد پوتہ۔ کراچی ۱۹۵۶ء) صفحہ ۶۵۔

میں آپ کی وفات ہوئی۔ آپ کے چار خلفاء بہت مشہور ہوئے (۱) احمد خان نظامانی (۲) محمد امین جھتڑانی (۳) محمد اسمٰعیل (پیر لاشاری۔ بدین کے قریب دسین میں تھے) اور (۴) خود آپ کے صاحبزادے عبداللطیف۔ پھر محمد یوسف کھیاری (نواب شاہ) اور ان کے خلیفہ فضل اللہ (باٹ والے) بہت مشہور ہوئے۔

(۴) مخدوم محمد عاقل (ابن مخدوم احمدی) جو مخدوم محمد اسمٰعیل (پریان لو) داماد تھے اور پھر مخدوم محمد عاقل کے صاحبزادے عبدالخالق بھی نقشبندی سلسلے کے مشہور بزرگ ہوئے ہیں۔

(۵) محمد صالح (لکھی۔ شکارپور) غلام محی الدین کے خلیفہ تھے جو غلام محمد معصوم (م ۱۱۶۱ھ) کے پوتے تھے۔

(۶) قاضی احمد (م ۱۲۲۳ھ) جو مخدوم محمد زمان اول کے خلیفہ تھے بہت مشہور ہوئے ان کے تین خلفاء کا فیض عام ہوا یعنی عبدالولی (ڈیرا۔ نوشیرو فیروز) میاں نور شاہ (کھاہی۔ کنڈھا۔ نوشیرو فیروز) اور میاں عبدالکریم (مینگرو سکرنڈ) قاضی احمد ہی کے ایک خلیفہ شاہ حسین تھے جو رتو دیرو (دلربت سر) میں تھے اور ان کے سلسلے کو بہت فروغ ہوا۔

(۷) قاضی محمد شکارپوری (م ۱۲۳۰ھ) حضرت صبغی اللہ (م ۱۲۱۲ھ) کے خلیفہ تھے۔

(۸) مخدوم امید علی بہلٹے (ہالا) آپ خواجہ عبدالقیوم (م ۱۲۷۱ھ) کے خلیفہ تھے اور تالپوروں کے دربار میں تھے انگریزوں نے آپ کو کلکتہ میں قید کر دیا تھا۔ آپ نے سفرنامہ کلکتہ لکھا تھا۔ وہیں ۱۲۹۸ھ میں آپ نے وفات پائی۔[سلہ]

(۹) محمد بلال (تلٹی۔ دادو) آپ مخدوم دانیال کے شاگرد اور مخدوم شہاب الدین کے خلیفہ تھے۔ پیر محمد بخاری (تکٹی نہر) سے بھی فیضیاب ہوئے تھے جو حضرت بہاء الدین نقشبندی بخاری قدس سرہ کی اولاد میں تھے۔[سلہ] آپ کی ایک رباعی مشہور ہے۔

در راہِ خدا ز سر قدم باید ساخت | سرمایۂ ز اختیارِ خود باید باخت
کفر است بخود نمائی بردن بجہاں | از خویش بروں شدہ سوئیش می باید تاخت

آپ کے خلیفہ مخدوم شہار بھی بہت مشہور ہوئے۔ ان کے علاوہ مولانا عبدالغفار (لاڑکانہ) حاجی عبدالغفار مجددی (ٹنڈو محمد خان) محمد عمر جان، غلام مجدد (ماتلی) محمد یوسف میمن، غلام مصطفےٰ (دادو) پیر صبغت اللہ ایرانی وغیرہ مشہور بزرگ تھے۔

اس سلسلے میں جو حضرات مزید معلومات حاصل کرنا چاہتے ہیں ان کی سہولت کے لئے اس موضوع پر قلمی نسخوں کے متعلق بیان کیا جاتا ہے جو سندھ کے مختلف کتب خانوں میں موجود ہیں۔

(۱) سندھ یونیورسٹی (کتب خانہ۔ جز الشرقیہ)

سلہ رسالہ الرحیم (حیدرآباد ۱۹۶۷ء) کے مشاہیر نمبر میں یہ واقعات ہیں تحفۃ الکرام (اردو ترجمہ ۱۹۶۹ء) کے صفحہ ۱۰۷-۱۴۰ بھی دیکھیں۔

سلہ مولانا غلام محمد عارفی صاحب نے اس طرح زبانی طور پر بتایا تھا۔ قدسی صاحب (صفحہ ۶۷) نے غلطی سے ان کے ہم نام کے متعلق حالات کو ان کے ذیل میں لکھ دیا تھا۔ مؤخر الذکر بے شک ٹھٹھہ میں دفن ہیں۔

مجمع الفیوضات از خلیفہ محمودؒ (فارسی)

سندھی ادبی بورڈ۔

(۲)

۱۔ حالات و ملفوظات پیر محمد راشدؒ (سندھی)

۲۔ ملفوظات پیر محمد راشدؒ (سندھی ترجمہ از عبدالقادر)

۳۔ مکتوبات منظوم بنام سید صبغت اللہؒ (فارسی)

۴۔ مکتوبات پیر محمد راشدؒ (فارسی)

۵۔ ملفوظات سید صبغت اللہؒ (فارسی)

(۳) شاہ ولی اللہ اکیڈمی حیدرآباد۔

اسناد الطریقۃ النقشبندیہ از محمد ابراہیم تتویؒ (عربی)

(۴) پیر وہاب اللہ شاہ۔ گوٹھ پیر جھنڈو۔

۱۔ کشف الکامن فی علم الباطن از مخدوم عبدالواحدؒ سیوستانی (عربی)

۲۔ بسط المقال فی حل الاشتغال از مخدوم عبدالواحدؒ سیوستانی (فارسی)

۳۔ انوار الفیوضات الباطنیہ از مخدوم عبدالواحدؒ سیوستانی (عربی)

۴۔ ورد المحمدیہ (شرح فتح افضل) از مخدوم عبدالواحدؒ سیوستانی (فارسی)

(۵) پیر محب اللہ شاہ۔ گوٹھ پیر جھنڈو (درگاہ شریف)

مجاہدہ مع مدعی مشاہدہ و مکاشفہ از پیر رشد اللہ (فارسی)

(۶) حاجی شیر محمد نظامانی۔ ٹنڈو قیصر۔

(اسی کا سندھی ترجمہ)

(۷) خیرپور پبلک لائبریری

۱۔ الرسالتین (رسالہ عدلیہ از خواجہ محمد پارساؒ مع شرح رباعیات ابوسعید ابوالخیرؒ)

۲۔ رسالہ تصوف طریقہ نقشبندیہ از شاہ غلام علیؒ۔

۳۔ رسالہ طریق نقشبندیہ از ابو عبدالرحمٰنؒ۔

(۸) مولانا حافظ ہاشم جان صاحبؒ ٹنڈو سائیں داد۔

۱۔ شرح قصیدہ بردہ (غالباً) از مولانا جامیؒ۔

۲۔ مجموعہ منظومات جامیؒ (سلسلۃ الذہب، مخزن الاسرار، سبحۃ الابرار)

۳۔ مونس المخلصین (اسوۂ حسنہ) از خواجہ عبداللہ جان مجددیؒ۔

۴۔ مکتوبات از خواجہ محمد حسن مجددیؒ۔

۵۔ مجموعہ رسائل (ہدایت نامہ از حضرت مجدد الف ثانی رح و نسخہ ارشادات از حضرت مجدد رح وغیرہ)

۶۔ رسالہ تہلیلیہ از خواجہ محمد حسن مجددی رح (مطبوعہ لاہور ۱۳۵۴ھ)

۷۔ رسالہ تہلیلیہ از خواجہ محمد حسن مجددی رح (مطبوعہ لاہور ۱۳۵۴ھ)

۸۔ مجموعہ رسائل (رسالہ سلوک از میر محمد نعمان رح رسالہ چہار چمن از خواجہ عبد الاحد وحدت رح)

۹۔ ینابیع الحیوۃ الابدیہ از ابو الحسن داہری نقشبندی رح۔

۱۰۔ حضرات القدس از حضرت بدر الدین سرہندی رح۔

۱۱۔ مجموعہ رسائل (مبداء و معاد، تحقیق النبوۃ، مقصود الصالحین، التعین اللہ تعین، شرح رباعیات، تہلیلیہ، مکاشفات عینیہ، معارف لدنیہ، تجلیات، رد روافض از حضرت مجدد رح)

۱۲۔ نادر الفوائد از محمد فقیر بن عبد الحفیظ متوطن قریہ بھیرہ۔

۱۳۔ شرح حلیۃ النور۔

۱۴۔ جنۃ النعیم فی فضائل القرآن العظیم از مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی رح۔

۱۵۔ وظائف معصومی (سندھی ترجمہ از مولانا محمد ہاشم جان رح)۔

۱۶۔ یواقیت الحرمین از حضرت مروج الشریعۃ رح۔

۱۷۔ مکتوبات الحرمین از حضرت مروج الشریعۃ رح۔

۱۸۔ شفاء الامراض از حضرت خواجہ باقی باللہ رح۔

۱۹۔ حالات خواجہ صبغت اللہ رح۔

۲۰۔ کشف الغطاء از خواجہ محمد فرخ سرہندی رح۔

۲۱۔ بہجۃ الانظار فی مرادات الابرار از محمد معین ٹھٹوی رح۔

۲۲۔ عمدۃ المقامات از حضرت فضل اللہ مجددی رح۔

۲۳۔ البہجۃ السنیہ فی آداب الطریقۃ النقشبندیہ۔

۲۴۔ انساب الانجاب از خواجہ محمد حسن جان رح۔

۲۵۔ ہدیہ احمدیہ۔

۲۶۔ ہدایۃ الطالبین از شاہ ابو سعید رح۔

۲۷۔ تفسیر یعقوب چرخی رح۔

۲۸۔ ادرج مورد (اسرار نقشبند) از حضرت نظام الدین رح شکارپوری۔

۲۹۔ مجموعہ مفتاح اللطائف از اسلم نقشبندی رح مع جواہر مجددیہ سبع اسرار و کحل الجواہر۔

۳۰۔ رد شبہات حضرت امام ربانی رح از شاہ غلام علی رح۔

۳۱۔ مجموعہ رسائل (حیات باقیؒ، جواہر معصومیہ در احوال حضرت عروۃ الوثقیٰؒ و مکتوبات خواجہ باقی باللہؒ از محمد صادق کابلیؒ)

۳۲۔ رشحات از علی بن حسین واعظ کاشفیؒ۔

۳۳۔ مکتوبات معصومیہ از خواجہ محمد معصوم سرہندی رحمتہ اللہ علیہ۔

۳۴۔ انیس المریدین از محمد حسن جان مجددیؒ۔

۳۵۔ مجموعہ الطریقۃ المحمدیہ وخزانۃ الفقہ و اربعین فی اصول الدین از محمد حسن جان مجددیؒ۔

۳۶۔ چہل حدیث از مولانا جامیؒ۔

۳۷۔ رسالہ تاجیہ از شیخ تاج الدین سنبھلیؒ (اصل نسخہ از ملک مولوی عطا محمد صاحب خطیب قصبہ چودھواں ڈیرہ اسمٰعیل خان)

۳۸۔ ترجمہ کتاب سرور المحزون از مولانا محمد ہاشم جانؒ (سندھی)

۳۹۔ الطاف رحمانی فی مناقب امام ربانیؒ از مخدوم سلام اللہ (سندھی)

ان کے علاوہ سندھ کے مختلف مقامات پر دوسرے ذاتی کتب خانوں میں مزید قلمی نسخے پڑھنے والوں کو مل سکتے ہیں۔

سندھ باب الاسلام لہ

کراچی میں میرے عزیزوں کے قریب ایک مسجد ہے۔ مشکل سے اس میں دس پندرہ آدمی ہوں گے۔ مگر ایسا زور کا لاؤڈ اسپیکر کہ تمام محلہ پریشان۔ میں نے انہیں بہت ادب کے ساتھ خط لکھا۔ میں نے کہا قرآن کا حکم تو یہ ہے "واذا قری القران فاستمعوا لہ وانصتوا لعلکم ترحمون○" سورۃ اعراف آیت نمبر ۲۰۴ کہ جب قرآن پڑھا جائے تو اسے سنو اور خاموش رہو۔ لیکن آپ یہ کیا کر رہے ہیں۔ ایسا نہ کریں۔ تو فرماتے ہیں کہ ہمارا تو مسلک ہی یہ ہے۔ یعنی ہم قرآن کی آیت کو نہیں مانتے۔ شور مچانا مانتے ہیں کہاں کے مسلمان رہے۔ تو میرے بزرگو! قرآنؐ کا بڑا احترام کرنا چاہے۔ جتنا آپ احترام کریں گے اتنا ہی آپ کو فائدہ ہے۔ ایک حرف آپ پڑھیں یا سنیں دس نیکیاں ہیں۔ الحمد پانچ حرف ہیں۔ پانچ حرف ہی اگر آپ پڑھ لیں تو پچاس نیکیاں آپ کے نامہ اعمال میں لکھی جاتی۔ عظیم ترین چیز ہے کہ جس کو دنیا نے ہمیشہ تسلیم کیا۔ تو میرے بزرگو! سب سے پہلے تو یہ کہ قرآن کا بڑا احترام کرنا چاہیے۔ جتنا آپ احترام کریں گے آپ خود ہی دیکھ لیں گے کہ آپ کو کتنا فائدہ ہو رہا ہے۔

چند باتیں عرض کرنا چاہتا ہوں۔ میرے بزرگو! سندھ جو ہے یہ باب الاسلام ہے۔ یہ وہ خوش نصیب خطہ ہے جہاں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین تشریف لائے۔ بھنبھور یعنی دیبل کی جامع مسجد میں دو کتبے ہیں ایک ۱۰۹ھ کا ہے اور ایک ۲۹۴ھ کا ہے۔ یعنی دونوں سنوں کے درمیان (۱۰۹ھ سے ۲۹۴ھ تک) مسلسل مسلمانوں کی آبادی رہی ہے۔ یعنی صحابہ کرام تابعین اور تبع تابعین کی۔ یہ وہ مقدس طبقہ ہے اور میں کیا بتاؤں کہ کیا کیا وہاں نعمتیں ہیں۔ اس کے بعد مسلمانوں کی حکومت رہی۔ پھر دوسرے لوگ بھی آگئے۔ پھر زلزلہ آیا اور اس میں آپ دیکھیں گے بعض لاشیں۔ ان کے سر کہیں کو ہیں۔ کسی رخ کو ہیں۔ پیر کسی رخ کو ہیں۔ یعنی مسلمان نہیں تھے یا جو ہوں۔ بہر حال زلزلہ میں تباہ ہوئے۔

محمد اسحاق بھٹی صاحب نے فقہائے ہند کی جلد اول میں لکھا ہے کہ سو سے زائد صحابہ کرام یہاں تشریف لائے۔ مولانا اطہر مبارک پوری نے ریاض السندھ والہند میں لکھا ہے کہ سو سے زائد سندھی علماء یہاں تشریف لائے اس زمانے میں۔ میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ یہ مقدس سرزمین جس کا تعلق ملتان تک تھا۔ (سندھ پہلے ملتان تک کہلایا جاتا تھا) اس طویل خطے میں جتنے صحابہ کرام تابعین اور تبع تابعین تشریف لائے ہیں، کسی اور علاقے میں تشریف نہیں لائے اور آپ کو خوشی ہوگی یہ معلوم کر کے کہ آپ کی مادری زبان عربی ہے۔ امہات المومنین، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات آپ کی مائیں ہیں۔ ان کی زبان جو ہے وہ ہے عربی، تو مسلمانوں کی قومی زبان عربی ہے۔ یہ دوسری مقامی زبانیں ہم نے (اردو، سندھی، پنجابی) بنالی ہیں۔ یہ الگ بات ہے۔ لیکن آپ کی اصلی مادری زبان ہے عربی۔ یہی قبر میں بھی کام آئے گی اور یہی جنت میں بھی کام آئے گی۔ اس لیئے عربی کی طرف آپ کی توجہ بہت ہونی چاہیے۔

دوسرے ایک بات اور آپ سے عرض کروں۔ آپ کو خوشی بھی ہوگی اور نئی بات معلوم ہوگی۔ سندھ کو انگریزی میں انڈس (INDUS) کہتے ہیں۔ تو انڈس سے آپ نے اور لفظ بھی سنے ہوں گے۔ انڈسٹری بھی سنا ہوگا۔ انڈسٹریس بھی سنا ہوگا۔ یعنی یہ علاقہ ایسا تھا جس میں پہلے زمانے میں بہت کارخانے تھے اور لوگ بڑے جفاکش (INDUSTRIOUS) تھے، بڑے محنت کرنے والے تھے۔ یہ انگریزی زبان میں

لہ مطبوعہ تقریر مبارک ۶ر جولائی ۱۹۹۷ء

اب میں آپ کو اصل مقصد کی طرف لانا چاہتا ہوں کہ یہ خطہ شروع سے بزرگان دین کا ہے۔ پہلے صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے قدم یہاں آئے۔ اس کے بعد ہمارے دوسرے سلسلے کے بزرگوں کے۔ مثلاً سہروردی سلسلہ کے ہمارے مخدوم حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی رحمتہ اللہ علیہ کتنی بڑی ہستی ہیں۔ ان کا اصل میں یہاں تسلط تھا۔ بہت سے لوگ یہاں کے اب تک حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی رحمتہ اللہ علیہ سے وابستہ ہیں۔ حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی رحمتہ اللہ علیہ کے خالہ زاد بھائی بابا فرید شکر گنج رحمتہ اللہ علیہ، پھر مخدوم نوح رحمتہ اللہ علیہ (روہڑی والے) سہروردی سلسلے کے تھے۔ وہ حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی رحمتہ اللہ علیہ کے پیر بھائی تھے۔ ہالا والے مخدوم نوح رحمتہ اللہ علیہ قرآن پاک کے پہلے مترجم (فارسی کے) ہیں۔ پھر خیر بڑا لمبا قصہ ہے۔ اس کو تو میں نہیں عرض کرنا چاہتا۔

فی الحال میرے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ یہاں سہروردی سلسلہ اور قادریہ سلسلہ زیادہ رائج تھا۔ پھر حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کے تشریف لانے کے بعد نقش بندی سلسلہ یہاں ترقی پانے لگا۔ آپ کو معلوم ہے کہ شاہ جہاں بادشاہ حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ کے مرید تھے۔ آپ کو یہ بھی معلوم ہو گا کہ اورنگ زیب رحمتہ اللہ علیہ، حضرت خواجہ محمد معصوم رحمتہ اللہ علیہ کے مرید تھے۔ حضرت خواجہ محمد معصوم رحمتہ اللہ علیہ کے دوسرے خلیفہ یعنی اورنگ زیب رحمتہ اللہ علیہ کے علاوہ دوسرے مشہور خلیفہ شیخ آدم تتوی رحمتہ اللہ علیہ ہیں۔ ذرا سوچیے کتنی بڑی ہستی ہیں۔ (شیخ آدم رحمتہ اللہ علیہ جن کو شیخ آدو رحمتہ اللہ علیہ بھی کہتے ہیں)۔ پھر ان کے خلیفہ شیخ ابوالقاسم رحمتہ اللہ علیہ تھے۔ لیکن انہوں نے کہا کہ تم جاؤ اور حضرت خواجہ سیف الدین رحمتہ اللہ علیہ سے بیعت ہو جاؤ۔ تو یہ حضرت ابوالقاسم سرہند تشریف لے گئے اور ان کے ساتھ شیخ انس رحمتہ اللہ علیہ، سید فتح محمد رحمتہ اللہ علیہ، ابوالحسن رحمتہ اللہ علیہ اور حضرت تازگی رحمتہ اللہ علیہ جن کا مزار ٹھٹھہ جائیں تو سڑک کے دائیں ہاتھ پر ہے۔ ان کا مدرسہ بھی آپ دیکھیں تو آپ کو بڑی خوشی ہو گی۔ یعنی سردی میں پڑھنے کے لیے اوپر ہے اور گرمی میں پڑھنے کے لیے کنویں کے چاروں طرف ان کا مدرسہ ہے۔ بڑے عجیب طریقے سے انہوں نے بنایا ہے۔ یہ سب حضرت خواجہ سیف الدین رحمتہ اللہ علیہ کا فیض ہے۔ اور آپ نے کبھی ٹھٹھہ میں حاضری دی ہو گی تو سات حافظوں کی قبریں ایک ساتھ ہیں۔ آپ وہاں سے داخل ہو کر جب حضرت عبداللہ شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی طرف جائیں گے تو داہنی طرف کو سات قبریں ہیں۔ ایک حافظ عبدالرؤف صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی ہے وہ حضرت خواجہ سیف الدین رحمتہ اللہ علیہ کے خلیفہ ہیں۔ میرے بزرگو! کیا تعریفیں عرض کروں۔ آپ کو تو یہ بھی معلوم ہو گا کہ حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ کے اولین خلیفہ حضرت اسحاق رحمتہ اللہ علیہ اور حضرت موسیٰ رحمتہ اللہ علیہ ہیں۔ ان کو کسی نے ضیون اور کسی نے سیحون لکھ دیا ہے۔ مطلب سیحونی ہے۔ جب مسلمان یہاں تشریف لائے (ہندوستان میں) تو انہوں نے گنگا کا نام جیحون اور سندھ کا سیحون رکھ دیا۔ ان کے ملک میں دو دریا تھے۔ جیحون اور سیحون اس موضوع پر میں نے پہلے بھی لکھا ہے۔ اسی سے پھر سیحون کہلانے لگا کیونکہ لوگوں سے سیحون بنتا نہیں تھا آسانی سے تو سیحون سے سہون کہنے لگے۔ حال آں کہ صحیح لفظ سیحون ہے۔ تو حضرت مجدد رحمتہ اللہ علیہ کے اولین خلفا میں سے حضرت موسیٰ سیحونی رحمتہ اللہ علیہ اور حضرت اسحاق سیحونی رحمتہ اللہ علیہ ہیں۔ وہیں ان کے مزارات ہیں۔ کبھی آپ

جائیں حضرت صاحب قلندر رحمتہ اللہ کے یہاں تو ریلوے لائن کے اس پار یعنی مغرب کی طرف ان کے مزارات ہیں۔ پھر سندھ میں حضرت خواجہ محمد معصوم رحمتہ اللہ علیہ کے خلیفہ حضرت شیخ آدم رحمتہ اللہ علیہ' پھر شاہ ابوالقاسم رحمتہ اللہ علیہ' پھر تازگی رحمتہ اللہ علیہ' پھر دوسرے بزرگ ہیں۔ ان کے بعد (میں سلسلہ کے متعلق عرض کر رہا ہوں)' پھر حضرت شیخ محمد رحمتہ اللہ علیہ اور پھر لواری شریف والے مخدوم محمد زماں رحمتہ اللہ علیہ اور جتنے بھی یہ بزرگ ہیں یہ لواری شریف والے اور پھر شیخ صدر رحمتہ اللہ علیہ اور پھر پیر پگارا صاحب کے اسلاف اور مختلف بزرگ۔ ماشااللہ یہ سب نقش بندی سلسلہ کے یہاں تشریف لائے۔ آپ کو تو معلوم ہی ہے کہ سید احمد بریلوی رحمتہ اللہ علیہ کی کتنی مدد کی تھی پیر پگارو صاحب کے اسلاف نے اور وہ تشریف لے گئے بالا کوٹ اور پھر وہ شہید ہوئے۔ پیر جھنڈا والے یہ سب حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ کے سلسلے کے فیض یافتہ ہیں۔ پھر حضرت شیخ صدر شاہ رحمتہ اللہ علیہ' شجاع صاحب' فقیر اللہ علوی رحمتہ اللہ علیہ شکار پور والے۔ اتنے بڑے عالم تھے کہ مشکل سے صدیوں میں کوئی اتنا بڑا عالم پیدا ہوگا۔ اتنے بڑے عالم کہ ان کی کتابوں کو آج بھی سمجھنا مشکل ہے۔ اتنی ادق کتابیں انہوں نے لکھی ہیں۔ ہم لوگ ان کی طرف سے غافل ہیں۔ حالانکہ ان کا بہت بڑا احسان ہے ہم پر' یہ خاص الخاص ہیں۔ پھر ابوالحسن داہری رحمتہ اللہ علیہ ہوئے انہوں نے تو بہت بڑا کام کیا ہے۔ پھر خواجہ عبدالرحمٰن رحمتہ اللہ علیہ آئے جو ہمارے پیر سرہندی صاحب' مولانا محمد اسحق جان صاحب' مولانا محمد ابراہیم جان صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے بزرگ قبہ شریف والے (جو راستے میں پڑتا ہے۔ ٹنڈو محمد خان جانے میں) بزرگ تشریف لائے۔ پھر حضرت خواجہ عبدالرحمٰن صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے صاحبزادے آقا محمد حسین جان رحمتہ اللہ علیہ' یہ بہت بڑے بزرگ بھی تھے اور شاعر بھی تھے۔ اور ان کے بیٹے حضرت شاہ محمد اسمٰعیل جان رحمتہ اللہ علیہ جو حضرت محمد اسحاق جان صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے والد تھے۔ یہ بھی بہت بڑے شاعر تھے۔ میں نے ان کا دیوان عرصہ ہوا شائع کیا تھا۔ دو ایک شعر آپ سن لیجئے۔

بیا سوائے مدینہ تابیابی صد قرار اینجا
گل اینجا' سبزہ اینجا' گلشن اینجا' لالہ زار اینجا
چہ خوش باشد کہ سازم فرش راہ سیدالکونین
دل اینجا' دیدہ اینجا' سینہ اینجا' جسم زار اینجا

کیا شاعر تھے۔ ان بزرگوں کا بڑا احسان ہے اس ملک پر۔ اور میں نے یہ بتایا تاکہ ہماری اصلی مادری زبان عربی ہے۔ ان بزرگوں نے عربی ہی میں زیادہ کام کیا۔ امہات المومنین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین مسلمانوں کی ماؤں کی زبان' سب کی زبان عربی ہے۔ اور دوسری بات یہ کہ انڈس 'انڈسٹریس آپ نے سنا ہوگا' بڑا محنت' جفاکش آدمی کو انڈسٹریس کہتے ہیں۔ انڈسٹریاں (کارخانے) پہلے زمانے میں یہاں بہت قائم تھے۔ یہ سب چیزیں ایسی ہیں جن کی قدر کرنے کی ضرورت ہے۔ یہ سب ہمارے بزرگوں کا فیض ہے۔

وآخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین ○

مزار و مرقد شریف حضرت ہاشم جان نقشبندیؒ (ٹھٹھہ)



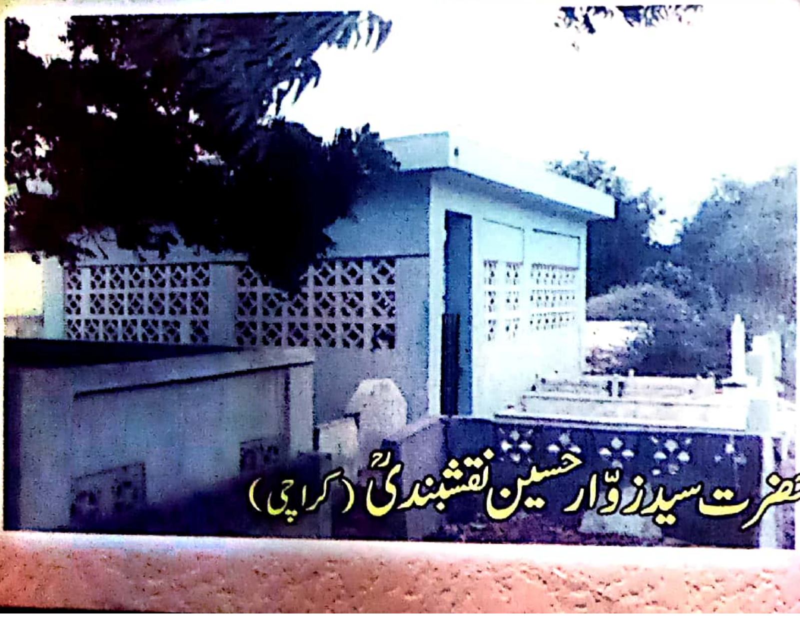




مزارِ اقدس

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ

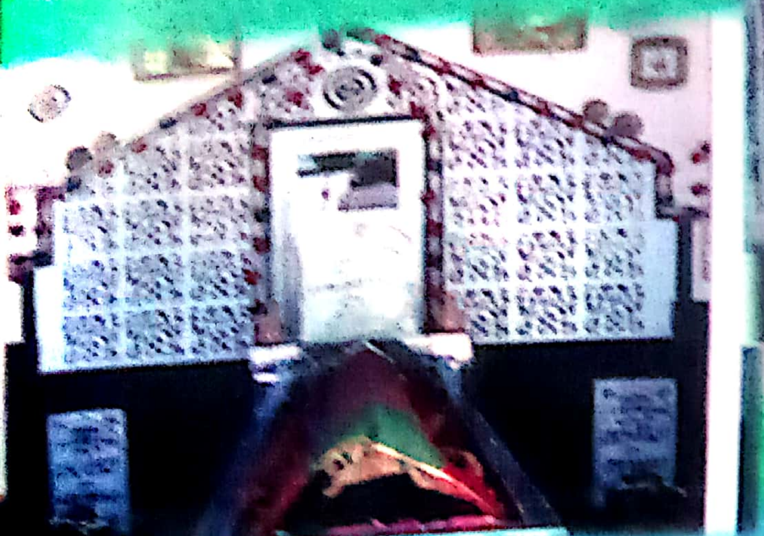
(ہندوستان، عکاس۔ سرفراز نکما)





مرقد شریف و مزار حضرت سید زوّار حسین نقشبندیؒ (کراچی)

مزار شریف و مرقد مبارک حضرت ابوالقاسم نقشبندی (سمہ)



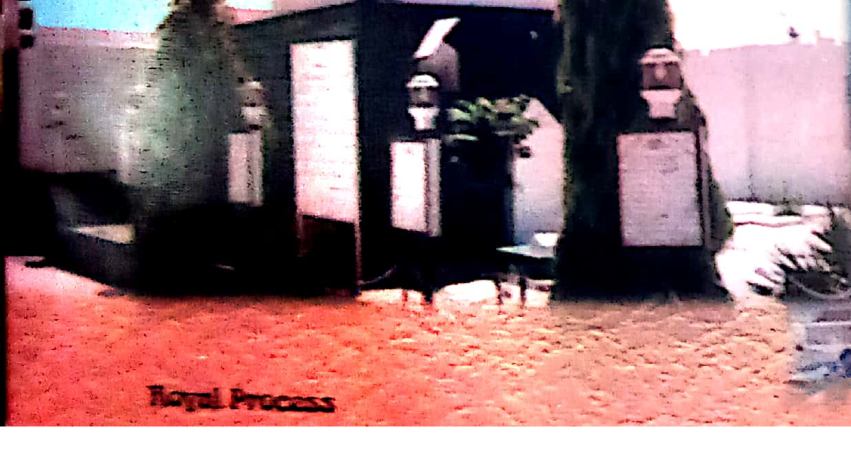


عکاس۔ ابوالحسن، کاشف

برصغیر کی
پہلی مسجد
(بھنبھور) سندھ
عکاس۔ فرخ حیدر



مزار شریف و مرقد مبارک مخدوم آدم نقشبندیؒ (ٹھٹھہ)





Royal Process